ماہنامہ

انصار اللہ

"......اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر النّاس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پا کر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد اول صفحہ ۵۵۷-۵۵۸ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

جون ۲۰۰۰ء

"قرآن شریف اس محبوب حقیقی کا چہرہ دکھلا دیتا ہے"

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"....... قرآن شریف معارف و حقائق کا ایک دریا ہے اور پیشگوئیوں کا ایک سمندر ہے اور ممکن نہیں کہ کوئی انسان بجز ذریعہ قرآن شریف کے پورے طور پر خدا تعالیٰ پر یقین لا سکے کیونکہ یہ خاصیت خاص طور پر قرآن شریف میں ہی ہے کہ اس کی کامل پیروی سے وہ پردے جو خدا میں اور انسان میں حائل ہیں سب دور ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک مذہب والا محض قصہ کے طور پر خدا کا نام لیتا ہے مگر قرآن شریف اس محبوب حقیقی کا چہرہ دکھلا دیتا ہے اور یقین کا نور انسان کے دل میں داخل کر دیتا ہے اور وہ خدا جو تمام دنیا پر پوشیدہ ہے وہ محض قرآن شریف کے ذریعہ سے دکھائی دیتا ہے۔"

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۲۷۲،۲۷۱)

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ انصار اللہ

احسان ۱۳۷۹ ہش

جون ۲۰۰۰ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد
مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس
مقام اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی چناب نگر (ربوہ)

اس شمارہ میں

اداریہ	صفحہ ۲
امام الکلام	صفحہ ۳
کلام الامام	صفحہ ۴
عربی منظوم کلام	صفحہ ۵
فارسی منظوم کلام	صفحہ ۶
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات زندگی	صفحہ ۷
نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	صفحہ ۱۴
حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ	صفحہ ۱۵
قصیدہ شاہ نعمت اللہ ولیؒ	صفحہ ۱۹
انتخاب از قصیدہ در مدح...... حضرت مسیح موعودؑ	صفحہ ۲۳
حضرت شاہزادہ عبدالمجید صاحب لدھیانوی (۲-آخری قسط)	صفحہ ۲۵
۱۰۰ سال پہلے الحکم میں مطبوعہ "کشف"	صفحہ ۳۵
نتیجہ امتحان سہ ماہی چہارم ۱۹۰۰ء	صفحہ ۳۸
تحریک وقف زندگی و داخلہ جامعہ احمدیہ	صفحہ ۳۹
مجلس انصار اللہ فیصل آباد کی تقریب	صفحہ ۴۰
انتخاب از کلام حضرت اقدسؑ	ٹائٹل ۳

جلد نمبر ——— ۴۱
شمارہ نمبر ——— ۶

شرح چندہ

پاکستان ——— ستر روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ ——— سات روپے

اداریہ

بھیج درود اس محسنؐ پر تو دن میں سو سو بار

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے احسانات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ دنیا کا ہر ذی روح آپ کے وجود رحمت سے متمتع ہوا یہ رحمت کسی زمان و مکان سے مختص نہ تھی بلکہ کَافَّةً لِلنَّاس تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ اس وجود رحمت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ آفتاب کی طرح چمک رہا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جاودانی زندگی پر یہ بھی بڑی ایک بھاری دلیل ہے۔ کہ حضرت ممدوح کا فیض جاودانی جاری ہے اور جو شخص اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے وہ بلاشبہ قبر میں سے ہی اٹھایا جاتا ہے اور ایک روحانی زندگی اس کو بخشی جاتی ہے ...... وہ تمام دنیا کے انسانوں ہی سے ایک منفرد انسان ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اپنے اسرار خاصہ اس پر کھولتا ہے اور اپنے حقائق و معارف کھولتا ہے اور اپنی محبت اور عنایت کے چمکتے ہوئے علامات اس میں نمودار کر دیتا ہے اور اپنی نصرتیں اس پر اتارتا ہے اور اپنی برکات اس میں رکھ دیتا ہے اور اپنی ربوبیت کا آئینہ اس کو بنا دیتا ہے....."

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۲۱-۲۲۲)

حضرت اقدس سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات ساری مخلوق خدا پر حاوی ہیں جبکہ انسان کو تو آپ نے معراج انسانیت تک پہنچایا۔ یہ سب کرشمہ ہے آپ کے اسوۂ حسنہ کا۔ اس محسن وجود کے احسانات کا نتیجہ تھا کہ آپؐ پر درود و سلام کے لئے ہمارے لئے یہ تحریک ہے کہ

بھیج درود اس محسنؐ پر تو دن میں سو سو بار　　پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

پس ہمیں صبح و شام اس محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ بکثرت درود بھیجنے میں گزارنے چاہئیں۔ یہی تقاضا ہے محبت رسولؐ کا جو خدائے تعالیٰ کا مقرب بناتی ہے۔

محترم خواجہ سرفراز احمد صاحب ایڈووکیٹ (آف سیالکوٹ) کی وفات

سلسلہ احمدیہ کے مخلص، قابل فخر اور مایہ ناز فرزند مورخہ ۲۲ مئی ۲۰۰۰ء پونے آٹھ بجے شام لاہور میں وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون موصوف بڑے نڈر، بیباک اور فدائی احمدی تھے گذشتہ ربع صدی سے جماعتی مقدمات میں بے لوث خدمات بجا لاتے رہے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کی وفات پر فرمایا: "آپ جماعت کے عظیم سپوت تھے جن کی خدمات آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔"

ادارہ ماہنامہ انصار اللہ محترم خواجہ صاحب کی وفات پر موصوف کے اہل و عیال اور پسماندگان سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر و جمیل عطا فرمائے۔

امام الکلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیرات قدسیہ

"دنیا میں کروڑ ہا ایسے پاک فطرت گذرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے۔ لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مرد خدا کو پایا ہے جس کا نام محمدؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِیْمًا۔ ان قوموں کے بزرگوں کا ذکر تو جانے دو جن کا حال قرآن شریف میں تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا۔ صرف ہم ان نبیوں کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ حضرت داؤد حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء۔ سو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں نہ آتے اور قرآن شریف نازل نہ ہوتا اور وہ برکات ہم بچشم خود نہ دیکھتے جو ہم نے دیکھ لئے تو ان تمام گذشتہ انبیاء کا صدق ہم پر مشتبہ رہ جاتا۔ .... گذشتہ کتابوں سے تو خدا کا پتہ بھی نہیں لگتا اور یقیناً سمجھ نہیں سکتے کہ خدا بھی انسان سے ہم کلام ہوتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے یہ سب قصے حقیقت کے رنگ میں آگئے۔ اب نہ ہم قال کے طور پر بلکہ حال کے طور پر اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ مکالمہ الہیہ کیا چیز ہوتا ہے۔ اور خدا کے نشان کس طرح ظاہر ہوتے ہیں اور کس طرح دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ اور یہ سب کچھ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا۔ اور جو کچھ قصوں کے طور پر غیر قومیں بیان کرتی ہیں وہ سب کچھ ہم نے دیکھ لیا۔ پس ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما ہے۔ کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے

محمد عربی بادشاہ ہر دوسرا کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب ہے جیسے اجسام کے لئے سورج۔ وہ اندھیرے کے وقت ظاہر ہوا اور دنیا کو اپنی روشنی سے روشن کردیا۔ وہ نہ تھکا نہ ماندہ ہوا جب تک کہ عرب کے تمام حصہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا۔ وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے کیونکہ اس کا نور ہر ایک زمانہ میں موجود ہے اور اس کی سچی پیروی انسان کو یوں پاک کرتی ہے کہ جیسا ایک صاف اور شفاف دریا کا پانی میلے کپڑے کو ...."

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۰۱ تا ۳۰۲)

کلام الامام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ کل دنیا کے لئے اسوۂ حسنہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... فرماتے ہیں:۔

"ہمارے ہادی اور رہنما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمتہ للعالمین ہو کر آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کو کل دنیا کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے اس لئے آپ نے ہمارے لئے جو نمونہ قائم کیا وہی سب سے درست اور اعلیٰ ہے اور اس کی نقل کریں۔ آپ ؐ نے اپنے طریق عمل سے بتایا ہے کہ جذبات نفس جو پاک اور نیک ہیں ان کو دبانا تو کسی طرح جائز نہیں بلکہ ان کو تو ابھارنا چاہیے۔ اور جو جذبات ایسے ہوں کہ ان سے گناہوں اور بدیوں کی طرف توجہ ہوتی ہو ان کو چھپانا نہیں بلکہ ان کا مارنا ضروری ہے۔ پس اگر تکلف سے بعض ایسی باتیں نہیں کرتے جن کا کرنا ہمارے دین اور دنیا کے لئے مفید تھا تو ہم غلط کار ہیں اور اگر وہ تمام باتیں جن کا کرنا دین .... کے رو سے ہمارے لئے جائز ہے صرف تکلف اور بناوٹ سے نہیں کرتے ورنہ دراصل ان کے شائق ہیں تو یہ نفاق ہے اور اگر لوگوں کی نظروں میں عزت و عظمت حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو خاموش اور سنجیدہ بناتے ہیں تو یہ شرک ہے۔ آنحضرت ؐ کی زندگی میں ایسا ایک بھی نمونہ نہیں پایا جاتا جس سے معلوم ہو کہ آپ ؐ نے ان تینوں اغراض میں سے کسی کے لئے تکلف یا بناوٹ سے کام لیا بلکہ آپ ؐ کی زندگی نہایت سادہ اور صاف معلوم ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی عزت کو لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں سمجھتے تھے بلکہ عزت و ذلت کا مالک خدا کو ہی سمجھتے تھے۔

جو لوگ دین کے پیشوا ہوتے ہیں انہیں یہ بہت خیال ہوتا ہے کہ ہماری عبادتیں اور ذکر دوسرے لوگوں سے زیادہ ہو اور خاص طور پر تصنع سے کام لیتے ہیں تا لوگ انہیں نہایت نیک سمجھیں۔ اگر مسلمان ہیں تو وضو میں خاص اہتمام کریں گے اور بہت دیر وضو کے اعضاء کو دھوتے رہیں گے اور وضو کے قطروں سے پرہیز کریں گے۔ سجدہ اور رکوع لمبے لمبے کریں گے۔ اپنی شکل سے خاص حالت خشوع و خضوع ظاہر کریں گے۔ اور خوب وظائف پڑھیں گے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ سب سے اتقی اور اورع تھے اور آپ کے برابر خشیت اللہ کوئی انسان پیدا نہیں کر سکتا مگر باوجود اس کے آپ ؐ ان سب باتوں میں سادہ تھے اور آپ کی زندگی بالکل ان تکلفات سے پاک تھی۔"

(سیرت النبی ؐ صفحہ ۱۱۲۔ ۱۱۳)

عربی منظوم کلام

لَا شَكَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَيْرُ الْوَرٰى

اُرْسِلْتَ مِنْ رَّبٍّ كَرِيْمٍ مُّحْسِنٍ　　فِى الْفِتْنَةِ الصَّمَّاءِ وَالطُّغْيَانِ

تو رب کریم محسن کی طرف سے خوفناک فتنے اور طغیان و سرکشی کے وقت بھیجا گیا

يَا لَلْفَتٰى مَا حُسْنُهُ وَ جَمَالُهُ　　رَيَّاهُ يُصْبِى الْقَلْبَ كَالرَّيْحَانِ

واہ! کیا ہی جوان مرد ہے! کیسے حسن و جمال والا ہے! جس کی خوشبو دل کو ریحان کی طرح موہ لیتی ہے

وَجْهُ الْمُهَيْمِنِ ظَاهِرٌ فِىْ وَجْهِهٖ　　وَشُئُوْنُهٗ لَمَعَتْ بِهٰذَا الشَّانِ

آپ کے چہرہ میں خدا کا چہرہ نمایاں ہے اور خدا کی صفات آپؐ کی اس شان سے جلوہ گر ہو گئیں

سُجُعٌ كَرِيْمٌ بَاذِلٌ خِلُّ التُّقٰى　　خِرْقٌ وَفَاقَ طَوَائِفَ الْفِتْيَانِ

آپ خوش خلق، معزز، سخی، تقویٰ کے سچے دوست، فیاض اور جواں مردوں کے گروہوں پر فوقیت رکھنے والے ہیں

لَا شَكَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَيْرُ الْوَرٰى　　رِيْقُ الْكِرَامِ وَنُخْبَةُ الْاَعْيَانِ

بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیرالوریٰ، معززین میں سے برگزیدہ اور سرداروں میں سے منتخب وجود ہیں

تَمَّتْ عَلَيْهِ صِفَاتُ كُلِّ مَزِيَّةٍ　　خُتِمَتْ بِهٖ نَعْمَاءُ كُلِّ زَمَانٍ

ہر قسم کی فضیلت کی صفات آپ پر کمال کو پہنچ گئیں اور ہر زمانہ کی نعمتیں آپ پر ختم ہو گئیں

وَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا كَرِدَافَةٍ　　وَ بِهِ الْوُصُوْلُ بِسُدَّةِ السُّلْطَانِ

بخدا! بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم (خدا کے) نائب کے طور پر ہیں اور آپ ہی کے ذریعہ دربار شاہی میں رسائی ہو سکتی ہے

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۹۲-۵۹۳)

فارسی منظوم کلام

سرور خاصان حق شاہ گروہ عاشقان

چوں زِمن آید ثنائے سرورِ عالی تبار عاجز از مدحش زمین و آسمان وہر دو دار

مجھ سے اس عالی قدر سردار کی تعریف کس طرح ہو سکے۔ جس کی مدح سے زمین و آسماں اور دونوں جہان عاجز ہیں

آں مقام قرب کو دارد بدلدارِ قدیم کس نداند شانِ آں از واصلانِ کردگار

قرب کا وہ مقام جو وہ محبوب ازلی کے پاس رکھتا ہے اس کی شان کو واصلان بارگاہ الٰہی میں سے بھی کوئی نہیں جانتا

آں عنایتہا کہ محبوبِ ازل دارد بدو کس بخوابے ہم ندیدہ مثلِ آں اندر دیار

وہ مہربانیاں جو محبوب ازلی اس پر فرماتا رہتا ہے وہ کسی نے دنیا میں خواب میں بھی نہیں دیکھیں

سرورِ خاصانِ حق شاہِ گروہِ عاشقان آنکہ روحش کرد طے ہر منزلِ وصلِ نگار

وہ خاصان حق کا سردار اور عاشقان الٰہی کی جماعت کا بادشاہ ہے جس کی روح نے محبوب کے وصل کے ہر درجہ کو طے کرلیا ہے

آں مبارک پے کہ آمد ذات با آیاتِ اُو رحمتے زاں ذات عالم پرور و پروردگار

وہ مبارک قدم جس کی ذات والا صفات رحمت بن کر اس رب العالمین پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی

آنکہ دارد قربِ خاص اندر جنابِ پاک حق آنکہ شانِ اُو نہ فہمد کس زِخاصان و کبار

وہ جو کہ جناب الٰہی میں خاص قرب رکھتا ہے جس کی شان خواص اور بزرگ بھی نہیں سمجھتے

احمدِؐ آخر زماں کُو اولیں را جائے فخر آخرین را مقتدا و ملجا و کہف و حصار

احمد آخر الزمان جو پہلوں کے لئے فخر کی جگہ ہے اور پچھلوں کے لئے پیشوا۔ مقام پناہ۔ جائے حفاظت اور قلعہ ہے

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۳۔۲۴)

شمائل النّبویّہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات زندگی

اِنِّیْ اَرٰی فِیْ وَجْھِکَ الْمُتَھَلِّلِ ۔ شَاناً یَّفُوْقُ شَمَائِلَ الْاِنْسَانِ

از قلم: نصر اللہ خاں ناصر

(سلسلہ کے لئے دیکھیں شمارہ فروری ۲۰۰۰ء)

ہمارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات زندگی وہ اعمال و افعال ہیں جن کا عام طرز معاشرت سے تعلق ہے۔ اور یہ معمولات درحقیقت سنت رسولؐ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہی ان کا ماخذ ہے۔ بڑے بڑے اہم قومی اور اجتماعی زندگی کے مسائل و معاملات کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے یہ پہلو بھی تمام بنی نوع انسان کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہیں۔ اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ آپؐ کَآفَّةً لِّلنَّاس اور لَاشَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ کی خصوصیات کے حامل تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دلربا شان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اِنِّیْ اَرٰی فِیْ وَجْھِکَ الْمُتَھَلِّلِ ۔ شَاناً یَّفُوْقُ شَمَائِلَ الْاِنْسَانِ

بے شک میں تیرے درخشاں چہرے میں ایک ایسی شان دیکھ رہا ہوں جو انسانی عادات و خصائل پر فوقیت رکھتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کا تعلق آپؐ کی سنت مبارکہ سے ہے جسے سیرت نگاری میں مستند حیثیت حاصل ہے۔ صحابہ کرامؓ نے جو مشاہدہ کیا اسے نہ صرف بلا کم و کاست بیان کیا بلکہ اسے دہرایا اور نہایت عاشقانہ رنگ میں اس کا تتبع کیا۔ سیرت کا یہ پہلو بھی وہ بحر بے کنار ہے جس کا احاطہ مشکل ہے۔ جس سے محبت ہو اس کی ہر ایک بات پیاری دکھائی دیتی ہے اس کی شکل و شباہت اس کی چال ڈھال، اس کا لباس، خورد و نوش، اس کا اٹھنا بیٹھنا، سفر و حضر۔ غرض اس کی زندگی کا ہر پہلو

دلکش اور محبت افزا ہوتا ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روز مرہ معمولات کی ہے۔ یہ وہ پیارا اسوۂ رسول ؐ ہے جس کا ہر انسان نے ادراک چاہا اور جنہیں اس کا عملی ادراک ہوا وہ فنا فی الرسول کے مقام کو پہنچا اور پھر ان تاثیرات قدسیہ کی برکت سے فنا فی اللہ کا مقام حاصل کر گیا۔ حضور اقدس ؐ کے شمائل و سیرت کا یہ پہلو کسی قدر تفصیل سے یہاں بیان کرنا مقصود ہے۔

معمولات میں خدا کا ذکر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں بائبل کی کتاب استثناء میں یہ پیشگوئی ہے کہ

"اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔" (۱)

چنانچہ استثناء کی یہ پیشگوئی بھی آپ کے ذریعہ پوری ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر کام کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے نام اور ذکر سے ہوتی تھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ؐ نے فرمایا

"کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا یُبْدَاُ فِیْہِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَھُوَ اَقْطَعُ" (۲)

یعنی ہر وہ کام جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بغیر شروع کیا جاتا ہے وہ برکت سے خالی ہوتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے

"کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَاْ فِیْہِ بِالْحَمْدِ اَقْطَعُ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ کُلُّ کَلَامٍ لَا یُبْدَاُ فِیْہِ بِحَمْدِ اللّٰہِ فَھُوَ اَجْزَمُ" (۳)

یعنی ہر اہم کام اگر خدا تعالیٰ کی حمد کے بغیر شروع کیا جائے تو وہ بے برکت اور ناقص ٹھہرتا ہے اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ اگر کوئی کلام یا گفتگو خدا تعالیٰ کی حمد کے بغیر شروع کی جائے تو وہ برکت سے خالی اور بے اثر ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا

حضور اقدس ؐ کا یہ بھی معمول تھا کہ آپ ؐ بکثرت اپنے جذبات شکر کا اظہار کرتے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی یہ عادت مبارک یوں بیان فرمائی کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ نازل ہونے کے بعد جب بھی نماز ادا کرتے تو اس میں بکثرت یہ دعا مانگتے 'سُبْحَانَکَ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ'۔" (۴)

یعنی اے میرے رب تو پاک ہے ہم تیری حمد کرتے ہیں' اے میرے اللہ تو مجھے بخش دے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام ؓ کو بھی کثرت سے ذکر و شکر کی تعلیم دی حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر کہے
وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ الْمُلْكُ وَالْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيئٍ قَدِيْرٌ۔

اور فرمایا پھر سو پورا کرنے کے لئے یہ کلمات ہیں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں وہی بادشاہ ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
تو اس کے تمام گناہ بخش دئے جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کی جھاگ کی مانند (یعنی بہت زیادہ) ہوں۔" (۵)

ایک اور روایت میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِىْ فِى الطَّرِيْقِ اِذْ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ فَاَخَّرَهٗ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ۔" (٦)

ایک شخص راستہ میں جا رہا تھا کہ اس نے کانٹے دار ٹہنی راستے میں پڑی ہوئی دیکھی اس نے اس کو ہٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اس نیکی کو بطور شکریہ کے قبول فرمایا اور اسے بخش دیا۔

ہر کام میں دائیں جانب کا لحاظ

صحابہ کرام ؓ کے مشاہدات و روایات میں کثرت سے اس بات کا ذکر ہے کہ حضور ؐ ہمیشہ دائیں جانب کا لحاظ رکھتے۔ کھانا کھاتے تو دائیں ہاتھ سے۔ لباس پہنتے تو دائیں طرف سے۔ جوتا پہنتے تو پہلے دائیں پاؤں میں پہنتے۔ غرض ہر کام میں دائیں جانب کو پسند فرماتے۔ اگر کوئی چیز تقسیم کے لئے ہوتی تو دائیں طرف سے شروع فرماتے اگر صرف ایک آدمی کو ہی دی جا سکتی تو دائیں طرف والے کو دے دیتے۔ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بکری کا دودھ دوہا اور اس کے بعد دودھ میں اس کنوئیں سے پانی ملایا جو میرے گھر میں تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ پیالہ دیا۔ اس وقت حضور ؐ کے بائیں جانب حضرت ابو بکر ؓ تھے اور دائیں جانب ایک اعرابی (بدوی) تھا حضرت انس ؓ نے اس خیال سے کہ کہیں اس اعرابی کو جو

آپؐ کے دائیں جانب تھا نہ دے دیں عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ابوبکرؓ آپؐ کے پاس بیٹھے ہیں انہیں دیجئے۔ لیکن آپ نے اس اعرابی کو جو آپ کے دائیں جانب بیٹھا تھا وہ پیالہ دے دیا اور فرمایا۔ اَلْاَیْمَنُ فَالْاَیْمَنُ (۷)

یعنی دایاں دایاں ہی ہے۔

اس روایت کے مطابق حضورؐ نے دائیں کو ہی ترجیح دی اور اسے باعث برکت قرار دیا۔ ایک اور روایت میں حضورؐ کے اس حسین عمل کا ذکر یوں ہے۔ حضرت سہلؓ بن سعد بیان کرتے ہیں۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ لایا گیا جس میں سے آپ نے کچھ پیا۔ اس وقت آپ کے دائیں جانب ایک نوجوان بیٹھا تھا جو اس مجلس میں سب سے چھوٹا تھا آپ کے بائیں جانب بوڑھے سردار بیٹھے تھے۔ آپ نے اس نوجوان سے پوچھا کہ کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں یہ پیالہ بوڑھوں کو دوں اس نوجوان نے جواب دیا

'مَاکُنْتُ لِاُوْثِرَ بِفَضْلِیْ مِنْکَ اَحَداً یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ' فَاَعْطَاہُ اِیَّاہُ۔' (۸)

کہ یا رسول اللہ میں آپ کے تبرک کے معاملہ میں یہ پیالہ کسی اور کے لئے اپنے حق کو نہیں چھوڑ سکتا اس پر حضورؐ نے وہ پیالہ اسی کو دے دیا"

عام معمولات میں دعاؤں سے معمور زندگی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ کا ہر پہلو دعاؤں سے معمور تھا۔ آپ کے اہم اجتماعی اور ملی معاملات کا اگرچہ دعاؤں پر انحصار تھا ہی تاہم آپ نے صبح و مسا کے معمولات میں اپنے رب کریم کی طرف ہی نگاہ اٹھائی۔ ادنیٰ بات اور معمولی کام میں بھی دعا ہی کو ملحوظ خاطر رکھا اور اس طرح انسان کے عجز اور اس قادر و توانا پر توکل و انحصار کا سبق دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ میں دعاؤں کا مضمون بڑا وسیع ہے یہاں معمولات زندگی کے بیان میں چند امور کا ذکر مناسب ہوگا جن سے آپؐ کے فنافی اللہ وجود کی عکاسی ہوتی ہے۔ آپؐ شب بیداری سے دن بھر کی مصروفیات اور پھر رات کی تاریکی میں دنیا و مافیہا سے الگ تھلگ دعا ہی کا شغف رکھتے تھے لیکن ان سارے اوقات میں بعض دعاؤں سے خاص محبت تھی۔ معمول کی بعض دعائیں یہ تھیں۔

(۱) حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے۔

"اَللّٰھُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَ بِكَ اٰمَنْتُ وَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْكَ اَنَبْتُ وَ بِكَ خَاصَمْتُ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِی اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِی لَا یَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ۔" (۹)

اے اللہ میں تیری فرمانبرداری کرتا ہوں۔ تجھی پر ایمان لاتا اور توکل کرتا ہوں تیری طرف ہی جھکتا ہوں تیری مدد سے (دشمن کا) مقابلہ کرتا ہوں۔ اے میرے اللہ میں تیری عزت کی پناہ چاہتا ہوں تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں تو مجھے گمراہی سے بچا تو حی ہے تجھ پر فنا نہیں جبکہ جن وانس پر فنا ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کا خلاصہ تھا کہ "مَا اَنَا وَالدُّنْیَا" (۱۰) کہ مجھے دنیا کی محبتوں سے کیا غرض۔ اس کیفیت کے مدنظر آپ کے اعمال میں محبت الٰہی ہی غالب دکھائی دیتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دعا بہت ہی پسند تھی۔ حضرت ابو الدرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام یوں دعا مانگا کرتے تھے۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ وَ الْعَمَلُ الَّذِی یُبَلِّغُنِی حُبَّكَ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِی وَاَھْلِی وَ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ" (۱۱)

اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت چاہتا ہوں۔ اور ان لوگوں کی محبت جو تجھ سے محبت کرتے ہیں اور اس عمل کی محبت جو تیری محبت عطا کر دے۔ اے میرے اللہ! تو میرے اندر ایسی محبت ودیعت کر دے کہ جو مجھے اپنی جان اپنے اہل و عیال اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب ہو۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام دعاؤں میں سے ایک دعا حسن خلق کی دعا تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے۔

"اَللّٰھُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِی فَاَحْسِنْ خُلُقِی" (۱۲)

اے اللہ جس طرح تو نے میری شکل و صورت احسن بنائی ہے اسی طرح میرے اخلاق و اطوار بھی احسن بنا دے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض دعاؤں کا ذکر آپؐ کی محبت الٰہی کے مضامین میں کیا جا چکا ہے۔ آپ کی عبادات، نماز، روزہ، حج، سفر پر جاتے ہوئے، منزل پر پہنچ کر، گھر میں واپس آنے پر، کھانے پینے، سونے اور بیدار ہونے پر غرض آپؐ کی زندگی کا ہر لمحہ دعاؤں سے معمور تھا۔ اور ہر لحظہ

ان دعاؤں سے محبت الٰہی ٹپکتی نظر آتی۔ گویا آپؐ نے دعا کو ایک حصار اور مامن بنایا ہوا تھا۔ ہر کہیں اللہ تعالیٰ سے خیر اور بھلائی کے طالب ہوتے اور شر سے بچنے کے لئے بھی اسی کے حضور پکار ہوا کرتی تھی۔

اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی مبارک عادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نہایت سادہ اور تکلفات سے پاک تھی۔ آپ نے ادنیٰ ادنیٰ کام میں بھی عار محسوس نہ کی۔ گھر کے کام ہوں یا اجتماعی امور آپ سب کاموں میں حصہ لیتے۔ ایک روایت ہے۔

"حضرت اسود بن یزیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے بتایا

.کَانَ یَکُوْنُ فِیْ مِھْنَةِ اَھْلِہٖ (تَعْنِی فِیْ خِدْمَةِ اَھْلِہٖ) فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوةِ۔" (۱۳)

یعنی آپ کام کاج میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لئے چلے جاتے۔

ایک اور روایت ہے کہ

"حضرت عائشہؓ سے کسی نے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کوئی کام کاج کرتے تھے حضرت عائشہ نے فرمایا ہاں

"کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْصِفُ نَعْلَہٗ وَیَخِیْطُ ثَوْبَہٗ وَیَعْمَلُ فِیْ بَیْتِہٖ کَمَا یَعْمَلُ اَحَدُکُمْ فِیْ بَیْتِہٖ۔" (۱۴)

حضور اپنی جوتی کی خود مرمت کر لیا کرتے تھے اپنا کپڑا سی لیا کرتے اور اپنے گھر میں اسی طرح کام کیا کرتے تھے جس طرح تم سب اپنے اپنے گھروں میں کام کرتے ہو۔

حوالہ جات

۱۔ استثناء باب ۱۸-۲۔ الجامع الصغیر للسیوطی حرف کاف ۳۔ ابن ماجه ابواب النکاح باب خطبة النکاح' ابو داؤد کتاب الادب باب الھدی فی الکلام۔ ۴۔ بخاری کتاب التفسیر ۵۔ مسلم کتاب الصلٰوة باب استحباب الذکر الصلٰوة ۶۔ بخاری باب اخذ الغصن وَمَا یوذی الناس فی الطریق فرمی

بہ ۷- تجرید بخاری باب فی الشرب ۸- بخاری کتاب المساقاۃ باب فی الشرب ۹- مسلم کتاب الذکر باب التعوذ ۱۰- ابن ماجه ابواب الزهد ۱۱- ترمذی کتاب الدعوات ۱۲- مسند احمد بن حنبل ۱۳- بخاری کتاب الاذان باب من کان فی حاجة اهله ۱۴- مسند احمد بن حنبل

دعائے مغفرت گذشتہ عرصہ میں سلسلہ احمدیہ کے چند جاں نثار مربیان کرام اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے- محترم مولانا محمد دین صاحب ۱۰ مئی ۲۰۰۰ء کو بعمر ۷۳ سال وفات پا گئے- آپ نے آزاد کشمیر، کوئٹہ، گجرات، میر پور خاص، ملتان، بہاولپور، رحیم یار خاں اور فیصل آباد کے اضلاع میں مربی کی حیثیت سے فرائض سر انجام دیئے- مرکز میں وقف جدید کی معلمین کلاس میں استاد کے طور پر خدمات بھی بجالاتے رہے- بڑے سادہ مزاج ملنسار، ہمدرد اور نافع الناس وجود تھے- آپ نے ہومیو پیتھک کے ذریعہ خدمت خلق کی توفیق پائی- آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کے علاوہ پانچ بیٹیاں ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں-

محترم عبدالحکیم اکمل صاحب مربی ہالینڈ کی وفات ۱۰- مئی ۲۰۰۰ء کو ہالینڈ میں ہوئی- آپ مجلس خدام الاحمدیہ (مرکزیہ) میں بطور معتمد اور پھر ہالینڈ اور بلجیئم میں بطور مربی سلسلہ خدمات بجالاتے رہے- بڑے ملنسار اور خاموش طبع کام میں منہمک رہنے والے انسان تھے آپ نے اپنی اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑے ہیں-

محترم نثار احمد خاں صاحب مربی سلسلہ احمدیہ ملتان اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے ایک حادثہ کا شکار ہو گئے- نشتر ہسپتال ملتان میں زیر علاج رہے مگر جانبر نہ ہو سکے اور ۲۶- اپریل ۲۰۰۰ء کو بعمر ۴۹ سال وفات پا گئے- آپ نے ڈسکہ، بہاولپور، میانوالی، لودھراں اور ملتان میں بطور مربی سلسلہ خدمات سر انجام دیں- مرحوم نے ایک بیٹی اور چار بیٹے یادگار چھوڑے ہیں-

ادارہ ماہنامہ انصار اللہ مرحومین کے اہل و عیال اور دیگر لواحقین سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے- اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان مربیان کرام کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر و جمیل سے نوازے- آمین-

فیض "سلطان القلم"

کیا مری اوقات تھی کیونکر میں نکتہ بیں ہوا
دست در دستِ مسیحا آشنائے دیں ہوا

نطق میرا ہے سراسر فیضِ "سلطان القلم"
میں اسی کے خرمنِ مضموں کا خوشہ چیں ہوا

عبدالسلام اسلام

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

عشق حسن ازل کے مقامات ہیں
پر مقام محمد کی کیا بات ہے
عشق سے اس کے تکمیل آدم ہوئی
وجہ تخلیق ارض و سماوات ہے

ہم کو نسبت وہی شاہ لولاک سے
جو کہ ہے خاک کو عالم پاک سے
آئیں خوابوں میں وہ ایسی قسمت کہاں
ہاں خیالوں میں کچھ کچھ ملاقات ہے

جن کی ہے بند اپنے چمن میں زباں
ان کی تکبیر سے گونج اٹھا جہاں
صبح نورالامیں ہے افق پر عیاں
گو قفس میں ابھی رات ہی رات ہے

وقت نزدیک ہے ہوگا شق القمر
ہوگی جمعیت کفر پھر منتشر
ہوگا سب کچھ اچانک کَلَمحِ البَصَر
میرے زندہ نبی کی کرامات ہے

لیلتہ القدر میں ..... بے نوا
حمد کے بعد کرتا ہے یہ التجا
ربِّ صَلِّ عَلٰی سیدالانبیاء
بس یہی اک دعا آج کی رات ہے

(مضطر، رائے پوری۔ ۲۷۔ اپریل ۸۷ء)

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ

حضرت اسامہ بن زیدؓ

تحریر: مکرم محمد اشرف کاہلوں صاحب فیصل آباد

> حضرت مسیح موعودؑ فضائل صحابہؓ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔
> "صحابہ رسول اللہؐ کے ایسے وفادار اور مطیع فرمان تھے کہ کسی نبی کے شاگردوں میں ایسی نظیر نہیں ملتی۔ اور خدا کے احکام پر ایسے قائم تھے کہ قرآن شریف ان کی تعریفوں سے بھرا پڑا ہے......" (ملفوظات جلد ۲)

صحابہ کرامؓ کی سیرت و سوانح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیرت طیبہ کی تاثیرات نظر آتی ہیں کیونکہ یہ پاکیزہ گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کا ہی مظہر ہے آپ کے انفاخ قدسیہ نے ان کو جلا بخشی کہ وہ روشن ستارے بن کر چمکے ایسے ہی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت سے فیض یاب اسلام کے ایک درخشندہ ستارہ اسامہ بن زیدؓ ہیں۔ آپؓ کے والد ماجد حضرت زید بن حارثؓ تھے جنہوں نے تمام رحمی رشتوں کو اپنے آقا کی محبت کے بالمقابل قربان کر دیا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ حضرت اسامہؓ کی والدہ ایک جانثار صحابیہ حضرت ام ایمنؓ تھیں آپ "محبوب رسولؐ" کے لقب سے مشرف ہوئے۔ نبوت کے ساتویں سال مکہ میں پیدا ہوئے (سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ ۱۹۳)

آپ بچپن سے ہی دینی مہمات میں شریک ہوتے رہے صغر سنی کی وجہ سے جنگ بدر میں شامل تو نہ ہو سکے لیکن جب غزوہ احد کا وقت آیا تو آپ شوق جہاد میں لشکر اسلامی میں شامل ہو گئے۔ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کا جائزہ لینے کا حکم فرمایا اور کم سن بچوں کو واپس مدینہ لوٹ جانے کی ہدایت فرمائی۔ مدینہ واپس جانے والے بچوں میں آپؓ بھی تھے (سیرت خاتم النبیین صفحہ ۴۳۶)

فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت اسامہؓ بھی موجود تھے۔ بیت اللہ میں داخلہ کے وقت حضرت رسول اکرمؐ قصوا ناقہ پر سوار تھے آپؐ نے اپنے پیچھے حضرت اسامہؓ کو سوار کر لیا

(سیرت رسول عربیؐ از نور بخش توکلی ۳۴۳ تاجر کمپنی۔ لاہور)

خانہ کعبہ کا دروازہ کھلنے کے بعد اس میں جو چار افراد داخل ہوئے ان میں سے حضرت اسامہؓ بھی تھے۔ داخلہ کے بعد دروازہ بند کر لیا گیا تھا۔ (مسلم کتاب الایمان)

آپ ٧ھ میں ایک سریہ میں بھی شامل ہوئے ایک روایت کے مطابق اس سریہ کی امارت وقیادت آپ کے سپرد تھی۔ (زرقانی)

اس وقت آپؓ کی عمر چودہ یا پندرہ سال ہوگی اسی سریہ میں ایک واقعہ پیش آیا جس کی بابت آپؓ بیان کرتے ہیں کہ جب دشمنوں سے مقابلہ ہوا اور دشمن ہزیمت اٹھا کر بھاگا۔ میں اور ایک انصاری نے ایک شخص کا تعاقب کیا جب وہ زد میں آگیا تو لا الہ الا اللہ پکار اٹھا مگر میں نے نیزہ سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس واقعہ کا علم جب حضورؐ کو ہوا۔ تو فرمایا "اسامہ تم نے ایک شخص کو کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد قتل کر دیا؟ میں نے کہا حضورؐ جان بچانے کے لئے اس نے ایسا کیا تھا۔ آپؐ نے یہ عذر قبول نہ فرمایا۔ بلکہ بار بار اپنے جملہ کو دہراتے رہے یہاں تک کہ مجھ کو اتنی ندامت ہوئی کہ میں دل میں کہنے لگا "کاش آج کے دن سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا؟ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں "اے اسامہ تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا؟"

(بخاری باب مغازی اسامہ)

جنگ موتہ میں آپؓ کے والد حضرت زید بن حارثہؓ شہید ہو گئے تھے۔ اس جنگ میں اور بھی اکابر صحابہ کرامؓ نے جام شہادت نوش کیا تھا جنگ موتہ کے سیاسی اثرات کے خاتمہ اور اس علاقہ کے لوگوں کی جنگی کاروائیوں کے تدارک اور سدباب کے لئے ایک سریہ کی روانگی ناگزیر ہو چکی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شام و فلسطین کی سرحدوں کی تشویشناک خبروں اور دشمن کی نقل و حرکت کی بنا پر ٢٦ صفر ١١ھ کو حضرت اسامہ کی سرکردگی میں لشکر اسلامی کی تیاری کا حکم دیا۔ ٢٨ صفر ١١ھ کو یہ لشکر مدینہ سے روانہ ہوا اور ایک کوس کے فاصلہ پر قیام پذیر تھا کہ حضرت نبی اکرمؐ کی شدید علالت کی خبر ملی۔ اس سریہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں بڑے بڑے صحابہ کرامؓ شامل تھے جن میں حضرت عمرؓ، ابو عبیدہ بن جراحؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ شریک تھے۔

روانگی کے موقعہ پر خود آنحضرتؐ نے اپنے دست مبارک سے آپ کو علم عطا فرمایا حضرت نبی کریمؐ کی شدید بیماری کا سن کر مقام جرف سے مزاج پرسی کے لئے واپس آئے۔ حضورؐ کے چہرہ مبارک کو بوسہ دیا۔ حضورؐ خاموش تھے۔ تاہم ہاتھ اٹھا کر دعا دی۔ دوسرے دن جب حضورؐ کو افاقہ ہوا تو لشکر کی روانگی کا حکم دیا۔ لشکر کوچ کی تیاریوں میں ہی تھا کہ حضرت رسول اکرمؐ کے وصال کی خبر مل گئی۔

حضرت اسامہؓ حضور کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے۔ آپؓ کو حضور اقدسؐ کا جسد مبارک قبر میں اتارنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ (طبقات جلد ٢)

حضرت ابوبکرؓ نے ناسازگاری حالات کے باوجود اس لشکر کو روانہ کیا حضرت اسامہؓ اس مہم میں کامیاب ہوئے حضرت ابوبکرؓ کو فتح کی خبر دی گئی تو آپ اس قدر خوش ہوئے کہ آپؓ مہاجرین و انصار کی جماعت لے کر استقبال کو نکلے ایک صحابیؓ آگے آگے پرچم اڑا رہے تھے۔ حضرت اسامہؓ اپنے والد کے گھوڑے پر سوار تھے

مدینہ میں ورود پر آپؓ نے شکرانہ کے نوافل ادا کئے

حضرت اسامہؓ اعلیٰ اخلاق و کردار کے مالک تھے۔ حضرت رسول کریمؐ حضرت اسامہؓ سے گہری محبت رکھتے تھے۔ بچپن سے ہی آپؓ حضور اقدسؐ کی محبتوں اور شفقتوں کے مورد تھے۔ حضورؐ ایک زانو پر اسامہؓ کو بٹھاتے اور ایک پر حسنؓ کو دونوں کو ملا کر دعا کرتے ہوئے فرماتے۔ "خدایا! میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں۔ تو بھی رحم فرما" دوسری روایت میں ہے "میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اس لئے تو بھی محبت فرما۔ (بخاری باب مناقب اسامہؓ)

ایک مرتبہ حضرت اسامہؓ لڑکپن میں چوکھٹ پر گر پڑے۔ پیشانی پر زخم آیا۔ خون بہنے لگا۔ آنحضرتؐ نے حضرت عائشہؓ سے خون صاف کرنے کا ارشاد فرمایا لیکن وہ صاف نہ کر سکیں تو خود ہی خون صاف کیا اور لعاب دہن لگایا" (طبقات ابن سعد)

حضرت اسامہؓ رسول کریمؐ کے محبوب وجود تھے۔ ایک موقعہ پر فرمایا "اسامہ مجھ کو سب لوگوں میں محبوب ہے۔" (متدرک جلد ۳)

آپؓ کو بارگاہ نبوت میں خاص مقام حاصل تھا۔ ایسی سفارش جس سے حضرت عائشہؓ آنحضرت سے سفارش کرنے میں حجاب محسوس کرتیں وہ سفارش حضرت اسامہؓ کے سپرد ہوتی بنو مخزوم کی ایک معزز عورت پر چوری کا الزام تھا بعض صحابہ کرامؓ نے اس کی رہائی کے لئے حضرت اسامہؓ سے سفارش کروائی۔ اس پر آنحضورؐ نے فرمایا بنی اسرائیل میں اگر کوئی معزز چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے معمولی آدمی چوری کرتا تو ہاتھ کاٹنے کی سزا دیتے تھے خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹتا" (بخاری مناقب اسامہؓ)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفور محبت میں آپؓ سے مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپؓ کاشانہ نبویؐ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عائشہؓ موجود تھیں۔ آپؐ حضرت اسامہؓ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ اگر یہ بیٹی ہوتی تو میں ان کو خوب زیور پہناتا اور بناؤ سنگار کرتا......" (طبقات ابن سعد جز ۴)

آنحضورؐ حضرت اسامہ کو تحائف بھی دیتے۔ اس میں بیش قیمت چیزیں بھی ہوتی تھیں ایک بار ایک شخص نے حالت شرک میں حکیم بن حزام کے ذریعہ ایک بیش قیمت حلہ رسول خدا کی خدمت میں پیش کیا آپؐ نے فرمایا "میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا ہاں البتہ قیمتاً لے لوں گا۔ چنانچہ پچاس دینار میں خرید لیا۔ اسے ایک مرتبہ پہنا اور پھر اسامہؓ کو دے دیا (طبقات ابن سعد جز ۴) ایک دفعہ دحیہ کلبی نے کتان کا کپڑا حضورؐ کو ہدیہ دیا۔ آپؐ نے اسامہؓ کو دے دیا۔ (ایضاً)

آپ فضل و کمال میں بھی ممتاز مقام کے مالک تھے وصال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت آپؓ کی عمر اٹھارہ بیس سال سے زائد نہ تھی۔ صحبت نبویؐ کا لمبا زمانہ میسر نہ آیا۔ لیکن اس وقت میں بھی زیادہ سے زیادہ فیض رسولؐ جذب کرنے میں کوشاں رہے۔

حضورؐ آپؓ کی خداداد صلاحیتوں سے خوب واقف تھے اسی واسطے آپؓ کو جنگی مہمات پر امیر مقرر فرمایا آپؓ کی تقرری پر اعتراض ہوا تو رسول کریمؐ نے فرمایا۔

"تم لوگوں نے اسامہ کے امیر بنائے جانے پر اعتراض کیا ہے۔ اور اس سے پہلے تم اس کے باپ زید کی امارت پر بھی طعن کر چکے ہو۔ مگر خدا کی قسم جس طرح زید امارت کا حقدار تھا اور اہل تھا۔ اور میرے محبوب ترین لوگوں میں سے تھا اسی طرح اسامہ بھی امارت کا اہل ہے اور میرے محبوب ترین لوگوں میں سے ہے۔"

(بخاری کتاب فضائل صحابہ)

صحابہؓ کبار جس بات کا علم نہ ہوتا آپؓ سے پوچھتے۔ ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے طاعون کے بارہ میں آپؓ سے پوچھا تو فرمایا۔ "طاعون عذاب کی ایک قسم ہے۔ جو بنی اسرائیل کے ایک خاص طبقہ پر وارد ہوئی۔ اس لئے جب طاعون کے بارہ میں سنو تو وہاں نہ جاؤ۔ اگر خود تمہارے ہاں طاعون کی وبا پھیلے تو وہاں سے بھاگنے کی نیت سے نہ نکلو" (بخاری)

آپؓ پابندی سنت کا شدت سے خیال رکھنے والے وجود تھے آخری حصہ عمر میں جب قوائے جسمانی میں ضعف و ناتوانی کے آثار ابھرنے لگے اس وقت بھی مسنون روزے باقاعدگی اور التزام سے رکھتے تھے۔ ایک بار غلام نے اسی جسمانی نقاہت کا ذکر کیا تو فرمایا۔ حضورؐ ان دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے۔ (متدرک جلد ۵)

آپ سے روایات کی تعداد ۱۲۸ ہے جن میں سے پندرہ متفق علیہ احادیث ہیں۔ (یعنی بخاری اور مسلم میں موجود ہیں) خلفائے راشدین بھی آپؓ کو محبوب جانتے تھے۔ عہد فاروقی میں جب صحابہ کرامؓ کے وظائف مقرر ہوئے۔ تو حضرت اسامہؓ کا وظیفہ تین ہزار مقرر ہوا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اڑھائی ہزار۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرق کے بارہ میں پوچھا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا آنحضرتؐ ان کو تم سے زیادہ اور ان کے والد کو تمہارے والد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ (متدرک جلد ۳)

حضرت اسامہؓ کی پہلی شادی چودہ برس کی عمر میں زینبؓ بنت حنظلہ سے ہوئی جو آنحضورؐ نے کروائی اس کے علاوہ اور شادیاں بھی ہیں۔ زینبؓ سے ابراہیم پیدا ہوئے۔ آپ کی وفات ساٹھ سال کی عمر میں ۵۴ ہجری کو مدینہ میں ہوئی (الاستیعاب جلد۱)

بلاشبہ آپ آسمان روحانیت کے ایک روشن ستارہ تھے جس سے ہر نسل نے روشنی پائی۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار ۔۔۔ جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار

اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب ۔۔۔ کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے ۔۔۔ وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ)

قصیدہ شاہ نعمت اللہ ولیؒ

از قلم: مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب

ایک بہائی ماہنامہ نفحات میں قصیدہ شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے بارے میں تفصیلی مضمون شائع ہوا ہے۔ مضمون نگار نے ہر ناجائز و غیر معقول طریق سے حضرت بانی جماعت احمدیہ کے خلاف یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ قصیدہ مذکورہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مدعی مہدویت و مسیحیت کی سچائی کا ثبوت نہیں۔ جو وجوہات مضمون نگار نے اپنے موقف کی تائید میں سپرد قلم کی ہیں۔ وہ بلاشبہ معروف بہائی انداز تحریر کے عین مطابق یعنی محض سطحی، قیاسی اور بلامعقول دلیل و ثبوت کے ہیں۔ ذیل میں اختصار سے جائزہ پیش ہے۔

بہائی مضمون نگار نے اپنے مضمون کی بنیاد جس قصیدہ پر اٹھائی ہے اس کے ثقہ اور مستند ہونے کے بارے میں خود مضمون نگار کا ذہن صاف اور مطمئن نہیں اور اسی کیفیت میں تین تنقیحات قائم کی ہیں جن کا جواب مضمون نگار کے نزدیک ضروری ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ خود ہی تنقیحات قائم کر کے پھر ان کا مدلل اور شافی جواب دیئے بغیر مضمون نگار نے اس قصیدہ پر اپنے مفروضوں کی بنیاد قائم کر لی اور حضرت بانی جماعت احمدیہ پر اعتراضات اٹھائے ہیں قارئین ذیل میں بہائی مضمون نگار کی قائم کردہ تنقیحات بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اور خود فیصلہ فرمائیں کہ بہائی مضمون نگار کے مضمون کی سوائے مفروضوں کے کیا وقعت ٹھہرتی ہے۔ مضمون نگار لکھتے ہیں:۔ ”اس قصیدہ کے بارے میں مجھے براؤن کے نوٹ .... کے حوالے سے چند تنقیحات کی اجازت دیجئے:۔

۱۔ براؤن سے پہلا سوال یہ ہے۔ کہ انہوں نے بابیوں سے یہ کیوں معلوم نہ کیا کہ قصیدے کے اس نسخہ کی سندیت کیا ہے۔ جس میں غ۔ ر۔ س۔ آیا ہے۔

۲۔ براؤن نے درویش سے ملنے والے قصیدہ کو ”قدیم ترین“ کس دلیل سے مان لیا۔؟

۳۔ براؤن نے یہ تکلیف کیوں گوارا نہ کی وہ اگر غ۔ ر۔ س کی جگہ ع۔ ر۔ د۔ کو صحیح سمجھتے تھے تو تحقیقات کر لیتے۔ کہ ان سالوں میں ایسے کون سے بڑے اور اہم واقعات رونما ہوئے جن کی پیشگوئی شاہ نعمت اللہ نے کی تھی اور اگر کوئی واقعہ سال ۱۲۷۴ یا مجمع الفصحا کے د۔ ر۔ غ کے مطابق ۱۲۰۴ھ میں ایسا نہیں ہوا۔ تو پھر پیشگوئی کی سچائی کا معیار کیا رہ جائیگا“

قارئین کرام! کیا ان تنقیحات کا تسلی بخش جواب دیئے بغیر قصیدہ متعلقہ کو زیر بحث لانا اور پھر اس پر تمام تر بنیاد قائم کر کے حضرت بانی جماعت احمدیہ کے موقف پر اعتراضات اٹھانا کسی بھی پیرائے میں معقول

کوشش تصور کی جاسکتی ہے۔؟

مضمون نگار کی تنقیحات پر تفصیلی تبصرہ سے پیشتر مضمون نگار کے نفس مضمون کا اجمالاً ذکر مناسب ہو گا۔ کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی جماعت احمدیہ نے ایک مختصر کتابچہ بعنوان "نشان آسمانی" میں ذکر کیا ہے کہ شاہ نعمت اللہ ولی نے ایک قصیدہ لکھا۔ جس میں بیان کردہ بہت سی علامات حضرت مرزا صاحب پر صادق آتی ہیں۔ اور ان کے دعویٰ مہدویت و مسیحیت کی تائید اس قصیدہ سے ہوتی ہے۔ اسی لئے اس قصیدہ کی تفصیلات پر مبنی اپنی مختصر کتاب کا نام بھی "نشان آسمانی" تجویز فرمایا۔ حضرت مرزا صاحب نے اس قصیدہ کی بابت تحریر فرمایا ہے کہ:-

۱۔ یہ قصیدہ شاہ نعمت اللہ ولی کا ہے۔ جو دہلی کے نواح میں ۵۶۰ھ میں ایک مسلمہ بزرگ کے طور پر معروف تھے

۲۔ اصل قصیدہ کو اپنی کتاب نشان آسمانی میں نقل فرمایا ہے۔ یہ قصیدہ فارسی زبان میں ہے اور چیدہ اشعار کا اردو ترجمہ بھی ساتھ درج فرمایا ہے۔

۳۔ حضرت مرزا صاحب نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ یہ تفصیل درج فرمائی ہے۔ کہ قصیدہ سے متعلق ان کے موقف کی بنیاد ایک معروف کتاب پر ہے۔ جہاں یہ قصیدہ شاہ نعمت اللہ ولی کی تصنیف اور شاہ نعمت اللہ ولی کو دہلی کے نواح کا باسی ظاہر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نام "الاربعین فی احوال المھدیین" ہے۔ یہ کتاب

الف۔ شاہ اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ جو دینی و علمی پہلو سے منجانب اللہ بہت بلند مقام پر فائز تھے

ب۔ اس کتاب میں قصیدہ مکمل درج ہے۔ جو بزبان فارسی ہے۔ اور اس کے ۵۵ اشعار ہیں۔

ج۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۲۱ نومبر ۱۸۵۱ء کو شائع ہوئی۔

د۔ یہ کتاب مصری گنج کلکتہ سے شائع ہوئی

۴۔ اس قصیدہ کے اشعار مضامین اور نفس مضمون پر اگر کسی نوعیت کا اعتراض ہوا یا آئندہ ہو سکتا ہے۔ تو اس کا تمام تر تعلق قصیدہ لکھنے والے شاہ نعمت اللہ ولی دہلوی کے ساتھ ٹھہرتا ہے یا اس شخص اور اس کتاب سے تعلق ٹھہرتا ہے جو اس قصیدہ کو منظر عام پر لائے۔ یعنی شاہ اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ اور ان کی کتاب "الاربعین فی احوال المھدیین۔"

۵۔ لیکن اس امر میں ہرگز کوئی اختلاف ممکن نہیں۔ کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے قصیدہ بحوالہ "الاربعین فی احوال المھدیین" کو اپنی کتاب "نشان آسمانی" میں بلا کم و کاست صرف

نقل کیا ہے

اتنی سیدھی سی بات بہائی مضمون نگار کے ذہن میں نہیں آسکی۔ اور وہ پوری کوشش اور جتن سے قصیدہ کے "فرضی نقائص" کو حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ حالانکہ اگر ایسے نقائص فی الواقعہ موجود ہیں۔ تو ان کی ذمہ داری شاہ نعمت اللہ ولیؒ یا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ پر ٹھہرے گی نہ کہ حضرت مرزا صاحب پر جنہوں نے قصیدہ کو من و عن نقل کیا اور اس سے استدلال کئے ہیں۔

-- بہائی مضمون نگار نے شاہ نعمت اللہ ولیؒ (دہلوی) کے قصیدہ کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ اور مقصد حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مہدویت و مسیحیت کا بطلان ہے۔ اس کے لئے شاہ نعمت اللہ ولیؒ (دہلوی) والے قصیدہ کو موصوف جعلی قرار دیتے ہیں۔ اور ان کے مقابل پر شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی کی طرف منسوب قصیدہ کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں۔ ہاں وہی قصیدہ جس کی سندیت اور ثقاہت پر انہیں خود اعتماد نہیں۔ اور اسی لئے خود مضمون نگار نے مذکورہ تین تنقیحات قائم کی ہیں۔ ان تینوں تنقیحات کا مدلل اور ثقہ جواب دیئے بغیر ایک مدلل مستند قصیدہ کو محل اعتراض ٹھہرانا یہ کہاں کی دانشمندی ہے۔؟

-- ولی کرمانی والے قصیدہ کی "اوقات" ذیل میں ملاحظہ ہو۔

۱۔ شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی کا تعلق ایران سے ہے۔ آپ کا سن وفات ۸۳۴ھ ہے۔ جبکہ شاہ نعمت اللہ ولیؒ مضافات دہلی کا زمانہ ۵۶۰ھ ہے۔ گویا کرمانی سے قریباً تین سو سال قبل۔

۲۔ شاہ نعمت اللہ ولیؒ (دہلوی) کا قصیدہ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اپنی کتاب "الاربعین فی احوال المہدیین" میں شائع کیا اور یہ کتاب ۱۸۵۱ء میں شائع ہوئی جبکہ ولی کرمانی کی طرف منسوب قصیدہ کا سن اشاعت ۱۸۶۰ء بتایا جاتا ہے۔ معمولی عقل کا انسان بھی فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ اگر دونوں قصیدوں میں کسی جگہ ترمیم و تبدیلی کی گئی ہے تو بعد میں چھپنے والے ایڈیشن میں ہو سکتی ہے لیکن بہائی عقل اور سوچ یہ ہے کہ ۱۸۶۰ء میں چھپنے والی کتاب سے بچنے کی خاطر ۱۸۵۱ء میں چھپنے والی کتاب میں "محمد" کی بجائے "احمد" درج کر دیا گیا۔

۳۔ ۱۸۵۱ء میں چھپنے والے قصیدہ کو منظر عام پر لانے والے معاشرہ کے نہایت ثقہ بزرگ اور دینی و علمی اعتبار سے مسلمہ حیثیت رکھنے والے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ ہیں لیکن شاہ نعمت اللہ کرمانی کی طرف منسوب قصیدہ ایک "درویش" سے ایک "عیسائی" مصنف براؤن کو ہاتھ لگا اور لطف یہ ہے کہ

الف: اس درویش کا نام و پتہ معلوم نہیں۔

ب: جو قصیدہ درویش سے مسٹر براؤن کو ہاتھ لگا وہ اصل کہیں محفوظ نہیں لیکن مسٹر براؤن کے بقول ۱۸۸۸ء میں یہ قصیدہ درویش سے لیا اور ۱۹۲۰ء میں جا کر اپنی کتاب میں اسے شائع کیا اگر کوئی درویش

والے قصیدہ اور براؤن کے شائع کردہ قصیدہ میں موازنہ کرنا چاہے تو کسی صورت میں یہ ممکن نہیں۔

ج۔　تعجب ہے کہ ۱۸۸۸ء میں مسٹر براؤن سیاح کے ہاتھ یہ قصیدہ آ گیا لیکن کسی بابی یا بہائی کی اس قصیدہ تک رسائی نہ ہوئی۔

د۔　مسٹر براؤن نے بہاء اللہ (متوفی ۱۸۹۲ء) سے ملاقات بھی کی لیکن جس قصیدہ میں باب اور بہاء اللہ کی سچائی کے شواہد بقول بہائی مضمون نگار پائے جاتے تھے۔ وہ قصیدہ خود ان کے ہاتھ کیوں نہ لگا!

ھ　بہائی مضمون نگار یہ کہتے ہیں کہ علی محمد باب کے عہد میں بابیوں میں اس قصیدہ کا چرچا علمی محافل میں ہوتا تھا لیکن خود باب اس قصیدہ کے تذکرہ سے کیوں بے خبر رہے خاص طور پر جبکہ یہ قصیدہ بقول بہائی مضمون نگار باب کے دعویٰ مہدویت کا واضح ثبوت ہے یہ محنت بے چارے بہائی مضمون نگار کے سر پر آن پڑی ہے کہ قصیدہ کی رو سے باب کے دعویٰ مہدویت اور بہاء اللہ کے دعویٰ مسیحیت کو دنیا کے سامنے پیش کرے خود دونوں مدعی اس قصیدہ کے بارے میں کیوں مہر بہ لب رہے۔ کیا حکمت پس پردہ کار فرما تھی؟ باب تو قصیدہ کی ایرانی اشاعت ۱۸۶۰ء سے ۸ سال قبل فوت ہو گئے لیکن بہاء اللہ تو ۳۲ سال زندہ رہے پھر قصیدہ سے بے تعلقی کیوں؟!

۴۔　مسٹر براؤن نے جہاں درویش سے حاصل کردہ قصیدہ کو ۱۹۲۰ء میں شائع کیا وہاں اس قصیدہ کی یہ کہہ کر پوزیشن بری طرح مجروح کر دی کہ شاہ نعمت اللہ کرمانی کے مطبوعہ دیوان میں درویش والا قصیدہ موجود ہی نہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ درویش والے قصیدہ کو ہندوستان میں مطبوعہ قصیدہ ۱۸۵۱ء میں طرح طرح کے ردوبدل کر کے شائع کیا گیا اور اس کی ثقاہت کے پلڑا میں وزن پیدا کرنے کے لئے اسے شاہ نعمت اللہ ولیؒ دہلوی کی بجائے شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی ایرانی کی طرف منسوب کر دیا لیکن ذہن اس طرف سے غافل رہے کہ ولی کرمانی کے اصل دیوان میں تو یہ قصیدہ سرے سے موجود ہی نہیں پھر ان کا قصیدہ کیوں کر ٹھہرا اور مسٹر براؤن نے ہی اولا یہ بھانڈا پھوڑا کہ ولی کرمانی کے اصل دیوان میں یہ قصیدہ ہرگز موجود نہیں اور اس طرح گویا درویش سے حاصل کردہ قصیدہ کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی۔

پس بہائی مضمون نگار سے گذارش ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کی ذات اور تحریرات پر اعتراض کرنے کی بجائے اپنی اوقات پر نگاہ ڈالیں کہ آپ کے مزعومہ قصیدہ کی سندیت و ثقاہت کا کیا ثبوت ہے۔ بہتر ہوتا کہ مضمون نگار خود اپنی قائم کردہ تنقیحات تک محدود رہتے جن کا جواب نہ خود ان کے پاس ہے نہ کسی "براؤن" یا ڈارک کے پاس!　　　(جاری)

قصیدہ در مدح امام ہمام مظفر و منصور ناصر الملت والدین

حضرت مسیح موعودؑ مہدی آخر زمان جناب مرزا غلام احمد قادیانی

(انتخاب از کلام حضرت شاہزادہ عبدالمجید صاحب لدھیانوی)

خدا کے گلشن کے پاک پودے ہیں اس کے مامور اور مرسل
وہ اپنے پودوں کی آپ کرتا رہا ہے ہر وقت باغبانی
مخالفت کی اندھیریوں سے بجھے نہ ہرگز چراغ صادق
خدا کے پُرزور ہاتھ کرتے ہیں اسکی ہر دم نگاہبانی
خدا نے اپنے حبیب سے یہ کہا کہ اَللّٰہُ یَعْصِمُکَ
عیاں ہے اس سے کہ خود خدا صادقوں کی کرتا ہے پاسبانی
وَلَوْتَقَوَّلَ سے برملا ہے خدا کی غیرت کا یہ تقاضا
کہ مفتری کا وہ بن کے دشمن مٹاتا ہے اس کی زندگانی
نظیر کوئی بتا دے ہم کو کہ تھا فلاں مفتری بھی ایسا
کہ جسکو دیدی خدا نے مہلت رہا وہ جیتا بکامرانی
نہیں ملے گی نظیر کوئی تمام عالم میں ہرگز ایسی
یونہی بھکتے ہیں سب مخالف غلط ہیں سب ان کی اینچاتانی
وہ مہدیٔ آخری زماں ہے خدا کی غیرت کا وہ نشان ہے
وہ دینِ احمد کا پہلوان ہے ہے ختم ان پر یہ پہلوانی
اگر نہیں اس کے پاک چہرے میں نورِ مولا کا ایک عالم
تو کیوں ہے وردِ زبانِ پاکاں جمالِ انور کی مدح خوانی

اگر نہیں وہ خدا کا عاشق تو اس کے باطن میں کیوں اثر ہے
ہزاروں بندوں نے اس کی صحبت میں فیض پایا ہے جاودانی

اگر نہیں وہ بفضلِ یکتا، اگر نہیں وہ بعلم دریا
تو کس لئے عالمان جیّد نے آپ کی اتنی قدر جانی

اگر نہ تھا اس کے ساتھ مولا تو کیوں ہوئی اس کی فتح ہرجا
فنا ہوئے اس کے سارے اعدا، ہر ایک نے اس کی تیغ مانی

اگر نہیں اس کے سر پر قائم خدا کے اقبال کا ستارہ
تو کس لئے جا بجا ہے جاری حضور والا کی حکمرانی

مسیح موعود کی جماعت بڑھے گی پھولے پھلے گی دائم
رہیں گے مغلوب تا قیامت مخالفت کے تمام بانی

حضور والا کے سر پہ سایہ خدا کے الطاف کا ہے بے حد
ہر ایک چاکر ہے اس کے در کا امیر تیمور گورگانی

خدا کی رحمت کا وہ نشان ہے وہ دینی دعوت کا میزباں ہے
ہر اک سعید ان کا مہماں ہے ختم ان پر ہے میزبانی

حضور مہدی میں ہیں عیاں یہ علامتیں صاف اور روشن
ہیں چشمدیدی یہ ساری باتیں نہیں یہ کچھ قصے داستانی

غرض یہ ممکن نہیں عزیزو! کہ صادقوں کے مقابلہ میں
کوئی مخالف فلاح پاوے یہ قول فیصل ہے آسمانی

یہ دوستانہ گزارش اپنی سنا دی ہم نے مخالفوں کو
اگر نہ سمجھیں تو سمجھے ان سے خدا کی غیرت بقہرمانی

(عاقبة المکذبین)

مبارک وہ جواب ایمان لایا

حضرت شاہزادہ عبدالمجید صاحب لدھیانوی

صدق و وفا اور اخلاص و محبت کے حسین پیکر

مرتبہ: مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب

(سلسلہ کے لئے دیکھیں شمارہ مئی ۲۰۰۰ء)

آپ کے اخلاص و محبت کا ایک اہم واقعہ:۔

آپ کے دل میں دعوت الی اللہ کے لئے جو جوش وجذبہ تھا۔ اسی ضمن میں ایک واقعہ کا ذکر الحکم قادیان ۲۸۔ اگست ۱۹۳۴ء میں کیا گیا ہے۔ حضرت عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ آپ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو دعوت الی اللہ کرتے رہتے تھے۔ آپ کے عزیزوں میں ایک شہزادہ والا گوہر نام اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے۔ ۱۸۹۸ء میں وہ جہلم متعین تھے۔ شہزادہ عبدالمجید صاحب ان کو دعوت الی اللہ کرتے رہتے تھے۔ آپ نہایت معقول گفتگو کے قائل تھے اور لغو باتوں سے اعراض کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں جہلم کے ایک اخبار "سراج الاخبار" میں ایک مضمون شائع ہوا۔ جس میں یہ ظاہر کیا گیا کہ نعوذ باللہ شہزادہ والا گوہر نے شہزادہ عبدالمجید پر احمدیت کی غلطی ثابت کر دی ہے۔ جب یہ مضمون شائع ہوا تو حضرت شہزادہ صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں اپنی بریت اور واقعہ کی اصلیت کا ذکر کیا۔ اپنے اس مکتوب کی ابتدا آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں مدحیہ فارسی اشعار سے کی۔ اس مکتوب سے اخلاص و محبت سے بھرپور ایک اقتباس درج ذیل ہے۔

"امابعد بخدمت اقدس حضرت امام الوقت گذارش آنکہ اس ناکارہ دور افتادہ کو معلوم ہوا ہے کہ آجکل شہزادہ والا گوہر صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ جہلم نے اخبار سراج الاخبار میں میری نسبت لکھا ہے کہ فلاں نے اپنے اعتقاد سے توبہ کی ہے اور یہ توبہ اس واسطے نصیب ہوئی کہ شاہزادہ صاحب نے میرے عقیدہ کی خرابی مجھ پر ثابت کر دی سبحانك ان هذا الا بهتان عظيم بزرگوار۔ ۱-۲ ماہ تک شہزادہ صاحب سے مسیح علیہ السلام کی حیات و ممات اور حضور علیہ السلام کے دعاوی پر زبانی بحث ہوتی رہی۔ چنانچہ مولوی عبدالعزیز، مولوی مشتاق احمد، قاضی فضل احمد، منشی سعداللہ مدرس وغیرہ نے جو مدت سے کینہ نہفتہ

کی زہر اگلنے کی تاک رکھتے تھے۔ موقعہ کو غنیمت سمجھ کر شہزادہ صاحب سے خوب گت ملائی اور سفہاء امم ماضیہ کی تقلید ہو بہو ادا کی۔ میں نے نہ کبھی خیانت اور بزدلی دکھائی اور نہ میں کبھی ان سے دبا۔ جس سے ان کو میری توبہ کا یقین یا احتمال پیدا ہوا ہو۔ البتہ وہ اعرض عن الجاھلین اور و اذا خاطبھم الجاھلون پر عمل در آمد..... ہوتا رہا۔ اس کو اگر انہوں نے توبہ سمجھ لیا فہم ورسا کی خوبی ہے۔ لاحول ولا اس قدر جھوٹ۔ بزرگوار! اگرچہ نابکار شرف زیارت سے محروم ہے مگر حضرت اقدس کی محبت اور عظمت اور ادب و اطاعت اور کثرت یاد میری روح و جان کا جزو ہو گیا ہے میں اپنی جان سے کس طرح علیحدہ ہو سکتا ہوں۔ میرے پیارے میرے دل کا حال اس سے دریافت فرماجو سب بھیدوں سے واقف ہے۔........ میرے آقا تو نے خدا اور رسول کا پتہ دیا تو نے جنت کا راستہ بتایا تو نے قرآن سکھلایا ہم غفلت میں پڑے سوتے تھے۔ تو نے ہی آن جگایا ہم اسمی اور رسمی .... تھے تو نے ہی ہم کو حقیقی (دین) سے آگاہی بخشی ہم نہیں جانتے تھے کہ دعا کیا چیز ہے اور تقویٰ کس شے کا نام ہے۔ تو نے ہی ان کا نشان ہم پر ظاہر فرمایا ہم نہیں جانتے تھے کہ گورنمنٹ عالیہ کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں۔ تو نے ہی تو وفاداری اور فرمانبرداری کا طریقہ سمجھایا غرض کہاں تک تیرے احسانات کو لکھوں وہ تو بیشمار ہیں۔ تو ہمارا آقا تو ہمارا مولا ہم تیرے خادم ہم تیرے غلام بھلا تجھ کو چھوڑ کر خدا کی لعنت کماویں۔"

"میرے ہادی! اگر میں ایسا ضعیف الاعتقاد ہوتا تو مخالفوں کی نظروں میں خار کی طرح نہیں چبھتا۔ مخالف سے جب کبھی کسی گذر پر دوچار ہونے کا موقع پیش آتا ہے تو وہ مجھ کو دیکھتے ہی غیض و غضب سے بھر جاتا ہے۔........ خاکسار عبدالمجید از لدھیانہ محلہ اقبال گنج ۲ جون ۱۸۹۸ء"

اس خط کے حوالے سے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی .... لکھتے ہیں:۔

"اس مکتوب سے شاہزادہ صاحب کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے آپ کا عشق وارادت ایمانؑ میں قوت و بشاشت ایسی کہ کبھی کوئی ابتلا ہی نہیں آیا۔ استغناء حضرت کی تعلیم اور ارشادات کی تعمیل کے لئے جوش حق کے مقابلہ میں کسی عزیز اور رشتہ دار کی پرواہ نہ رکھنا بلکہ سب کو بآسانی چھوڑ دینا اس خط سے ظاہر ہے حقیقت میں آپ کا عمل اس پر تھا

سہل است ترک ہر دو جہاں گر رضائے تو آید بدست اے پنہ و کہف د مامنم

اسی روح اخلاص کا نتیجہ تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے آپ کے صدق واخلاص کے متعلق شہادت دے کر مہر توثیق وبشارت ثبت کردی۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:۔

"ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ شاہزادہ عبدالمجید خان صاحب نے وہی لکھا ہے۔ جو شاہزادہ والا گوہر کی کتاب میں دیکھا یا ان کے منہ سے سنا۔ کیونکہ شاہزادہ عبدالمجید خان صاحب ان کے قریبی رشتہ دار اول درجہ کے خیر خواہ اور دوست ہیں۔ اور بذات خود نیک چلن اور راست گو اور متقی آدمی ہیں۔ ممکن نہیں کہ انہوں نے ایک حرف بھی بطور مبالغہ لکھا ہو۔" (الحکم قادیان ۲۸ ستمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۷)

قادیان میں آمد

"حضرت شاہزادہ صاحب ...... ملازمت کے سلسلہ سے الگ ہو چکے تھے۔ اور اب لدھیانہ میں کوئی چیز ان کے لئے باعث کشش نہ تھی۔ رفیقہ حیات جوانی میں ہی فوت ہو چکی تھی۔ اور ان کی وفات کے بعد انہوں نے کبھی خیال بھی نہ کیا کہ پھر متاہل زندگی کو اختیار کریں۔ بلکہ انہوں نے نہایت صبر اور سکون کے ساتھ اس حادثہ میں رضا بالقضاء کا ثبوت دیا۔ ....غرض اب جبکہ ہر قسم کے تعلقات اور علائق سے قدرت نے مخلصی بخشی۔ تو آپ نے قادیان چلے جانے کا عزم کر لیا۔ اور لدھیانہ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر قادیان دارالامان میں داخل ہوئے۔ اور زبان حال سے وہ کہہ رہے تھے۔

اے قادیاں کی بستی تجھ پر سلام ہووے　　تجھ پر خدا کی رحمت ہر دم مدام ہووے"

(الحکم ۲۸ ستمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۷-۸)

لائبریری میں خدمات

حضرت عرفانی صاحب فرماتے ہیں: "حضرت حکیم الامتہ کا کتب خانہ اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی ذاتی لائبریری اب سلسلہ کی طرف منتقل ہو چکی تھی۔ اس کی درستی اور ترتیب کا کام آپ کے سپرد کیا گیا۔ اور اس طرح آپ قادیان کے عظیم الشان کتب خانہ کے لائبریرین ہو گئے۔

اس کام کو آپ نے بڑی محنت اور دیانت سے نبھایا اور ایک مکمل فہرست اس کتب خانہ کی آپ نے تیار کی۔ وہ ہر وقت اس کی ترتیب میں مصروف نظر آتے تھے۔ اور جب کوئی شخص کسی کتاب کے مطالعہ کے لئے آتا تو فوراً اپنا کام ترتیب کا چھوڑ کر مطلوبہ کتاب نکال کر پیش کر دیتے۔ میں نے خود بارہا دیکھا کہ وہ مطالعہ کنندگان کو انتظار کی تکلیف سے بچاتے اور اپنے کام کو دوسرے وقت کے لئے ملتوی کر کے ان کی فرمائشوں کی تعمیل کرتے۔ لائبریری چونکہ مدرسہ احمدیہ ہی کے بعض کمروں میں تھی۔ طالب علم بھی اکثر آتے۔ شہزادہ صاحب اس امر کا التزام رکھتے کہ طلبہ وہی کتابیں لیں جو ان کے لئے علمی یا اخلاقی حیثیت سے مفید ہوتیں اور میں نے دیکھا کہ وہ بعض اوقات ان کی تربیت اور تعمیر اخلاق کے فرض کو بھی ادا کرتے"

اوصاف و خصائل

حضرت عرفانی صاحب فرماتے ہیں: ”یہ امران کی عادت میں داخل تھا کہ ہر وقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہتے اور ایسے طریق پر کہ سننے والے کو رغبت عمل پیدا ہو۔ اس لئے کہ ان کے طرز تعلیم و دعوت الی اللہ میں خاص محبت و نفع رسانی اور خیر خواہی کا جذبہ بالکل نمایاں ہوتا تھا۔ ان کا ہنس مکھ چہرہ اور میٹھی میٹھی باتیں جو دل سے نکلتی ہیں بہت ہی موثر ہوتی تھیں۔........ شہزادہ صاحب مہمان نوازی کے فرائض بھی ادا کرتے تھے۔ جو مہمان باہر سے آتے ان کی ضروریات کا خیال رکھتے اور ایک عالی خاندان کے فرد ہونے کے باوجود ایسے طور پر مہمانوں کی خبر گیری اور خدمت گزاری کے فرائض کو ادا کرتے کہ دیکھ کر اس شخص کی فطرت بلند اور متقیانہ حیثیت کا پتہ لگتا تھا۔ وہ ایک بصیرت کے ساتھ یقین رکھتے تھے کہ مہمان خدا کے مہمان اور آیت اللہ ہیں اور اکرام ضیف کی شان کو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں عملاً سیکھا تھا۔ اس لئے انہوں نے اسے دستور العمل بنا رکھا تھا۔ اس لئے ان کی نظر میں ہر ایک آنے والا ایک محترم وجود ہوتا تھا۔ اور اس لئے وہ پورے اہتمام کے ساتھ نیاز مندانہ اور خادمانہ رنگ میں اس کی خدمت کرتے تھے۔........ مختلف مذاق اور خیال کے لوگوں سے انہیں واسطہ پڑتا تھا۔ مگر یہ عجیب بات ہے۔ اور میں تو اسے ان کی کرامت یقین کرتا ہوں کہ قادیان بھر میں ایک بھی شخص ایسا نہ تھا۔ جس کو شہزادہ صاحب سے کبھی کوئی شکایت اور رنج ہوا ہو۔

یہ معمولی بات نہیں اور اس کی وجہ یہ نہیں کہ کبھی کوئی امر موجبِ اختلاف پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ ان کو اپنے جذبات پر اس قدر حکومت حاصل تھی۔ اگر کوئی بات ان کی مرضی کے خلاف پیش آجاوے تو وہ اسے بھی ہنس کر گذار دیتے تھے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ دوسرے شخص کو خود ندامت اور شرم آجاتی اس طرح پر وہ احمدیت کا عملی نمونہ تھے۔

شہزادہ صاحب کی اخلاقی خصوصیت میں یہ امر بھی داخل ہے کہ وہ اپنے مخلص دوستوں کے ساتھ پورے مخلص اور وفادار تھے اور ان کا جائز احترام ہمیشہ کرتے تھے۔ حضرت منشی احمد جان صاحب مرحوم سے چونکہ انہوں نے بہت بڑا روحانی فیض پایا تھا اس لئے اس خاندان کے ساتھ ان کے تعلقات نہایت عقیدت مندانہ اور نیاز مندانہ تھے اور ہر چھوٹے بڑے کا وہ احترام کرتے تھے۔ لیکن احمدیت کے عہد جدید میں آکر جن لوگوں سے ذاتی تعارف اور تعلق تھا۔ ان سے بھی ان تعلقات کو انہوں نے ہمیشہ محبت و اخلاص سے نبھایا۔ خاکسار عرفانی سے ۱۸۸۹ء سے تعلقات تھے۔ اور مجھے یاد نہیں کہ ان تعلقات میں کبھی کوئی بات ایسی پیدا ہوئی جو ناگواری اور تلخی کا رنگ پیدا کرے بلکہ ہمیشہ ازدیاد محبت کا موجب رہی زید اور بکر کی کوئی خصوصیت نہیں وہ اپنے تمام دوستوں اور بھائیوں کے ساتھ محبت و اخلاص کا برتاؤ کرتے

تھے۔"

"شہزادہ صاحب نہایت سیر چشم اور حیا پرور واقع ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی ضرورت کا بھی اظہار کسی سے نہیں کیا۔ چونکہ .... طبیعت میں کفایت شعاری اور قناعت تھی اس لئے ہمیشہ خوش و خرم رہتے۔ ان کی سیرت کا خلاصہ اس طرح پر بیان کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی خواہشوں اور جذبات کو اپنا غلام بنایا ہوا تھا۔ اور یہی وہ حقیقت ہے جو مرد مومن ..... میں اپنا کامل ظہور کرتی ہے"

دعوت الی اللہ کے لئے ایران روانگی

حضرت عرفانی صاحب رقمطراز ہیں: "بیوی کی وفات۔ ملازمت سے کنارہ کشی اور قادیان کی ہجرت اور وہاں ایک لمبا قیام دراصل یہ ایک عظیم الشان کام کے لئے آپ کی تیاری کے اسباب اور ذرائع تھے اگرچہ آپ ہر مخلص مومن کی طرح اپنی زندگی کو خدمت دین ہی کے لئے وقف یقین کرتے تھے۔ اور اپنی ساری عمر میں انہوں نے اپنے عمل سے بتایا کہ وہ ایک حقیقی مجاہد اور (داعی الی اللہ) کی روح اپنے اندر رکھتے ہیں۔ لیکن قادیان پہنچ کر انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ باقی عمر دعوت الی اللہ کے لئے ہی خرچ کرنی چاہئے۔ اور اس مقصد کے لئے آپ نے اپنی خدمات حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور پیش کر دیں۔ اور یہ فیصلہ کر لیا کہ آپ کے ارشاد اور ہدایت کے موافق جہاں ...... جانے کا حکم ہو گا چل کھڑا ہوں گا۔ حالات اور واقعات نے ہر قسم کی روکوں کو اٹھا دیا تھا .... میرا تو یقین ہے کہ اگر سب علائق بھی موجود ہوتے تو شاہزادہ صاحب نے روحانیت کا وہ مقام حاصل کر لیا تھا کہ: اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے وہ سب کچھ بآسانی چھوڑ سکتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح (الثانی) .... نے آپ کو ایران میں (دعوت الی اللہ) کے لئے منتخب فرمایا۔ شہزادہ صاحب نے اپنے دل میں بھی عزم کر لیا تھا کہ وہ .... کوئی خرچ نہ لیں گے۔ بلکہ جو کچھ بھی ہو گا اپنی ذات سے خرچ کریں گے۔ ایک عہد تھا جو انہوں نے کامل اخلاص اور پوری سوچ بچار کے بعد اپنے مولیٰ کریم سے کیا۔ اور اس کو پورے طور پر نبھایا۔ اس مبارک سفر پر روانگی کے لئے ایک عرصہ تک آپ کو قادیان میں قیام کرنا پڑا اور اس مقصد کے لئے جو اندوختہ آپ کے پاس تھا وہ رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا مگر آپ نے کبھی اشارۃً یا کنایۃً کسی سے نہ کہا کہ میری مالی حالت کیا ہے؟ بلکہ وہ ہر وقت روانگی کے احکام کے منتظر رہتے۔ چونکہ آپ صحت کے لحاظ سے عام طور پر کمزور اور نحیف تھے اور عمر کے مراحل طے کر رہے تھے اس لئے کبھی کبھی آپ کو خیال آتا کہ شاید میرے بڑھاپے یا کمزوری کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح میرے سفر کو ملتوی نہ کر دیں۔ اس خیال کے ساتھ انہیں ایک اضطراب سا پیدا ہو جاتا کہ کہیں کسی شامت اعمال کی وجہ سے اس

خدمت دین سے محروم نہ ہو جاؤں۔ اس لئے ہمیشہ کثرت سے استغفار اور درود شریف پڑھا کرتے اور داڑھی کو خضاب لگاتے تاکہ کمزوری اور بڑھاپے کے آثار نمایاں نہ ہوں۔ .... وہ خارق عادت قوت و استقلال کے مالک تھے۔ آخر وہ وقت آگیا کہ وہ اپنے مبارک سفر پر روانہ ہو گئے۔ عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نے ان کی روانگی کو اس وقت تک ملتوی کیا جب آپ ایک لمبے سفر (سفرولایت) پر روانہ ہوئے۔ حضور نے اس وقت تین (واعظین) کو روانہ کیا۔ ایک روس کے لئے۔ ایک بخارا کے لئے اور شاہزادہ صاحب کو ایران کے لئے۔"

(الحکم ۷ اکتوبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۷-۸)

حضرت شاہزادہ صاحب ایران میں۔

الفضل قادیان ۳۱ مئی ۱۹۳۲ء میں حضرت شاہزادہ صاحب کے حالات کے بارے میں لکھا ہے:۔

"شاہزادہ عبدالمجید صاحب لدھیانوی جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت ....ذاتی خرچ پر ایران تشریف لے گئے تھے۔ اور وہیں انہوں نے وفات پائی ان کے متعلق مرزا برکت علی صاحب احمدی ورکس سپروائزر آبادان علاقہ ایران نے ایک احمدی بھائی سے معلوم کر کے حالات لکھے ہیں۔ جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ شاہزادہ صاحب موصوف نے باوجود بڑھاپے اور اخراجات کی مشکلات کے خدا تعالیٰ کی راہ میں کس جوانمردی اور استقلال سے اپنی قربانی پیش کی اور احمدیت کے متعلق کیسا اعلیٰ درجہ کا اخلاص اور فداکاری دکھائی۔ خدا تعالیٰ ان پر بے اندازہ فضل فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔ آمین۔

"امیر جماعت مرزا برکت علی صاحب لکھتے ہیں:۔ 'پچھلے دنوں میاں محمد خان صاحب موٹر ڈرائیور طہران سے آئے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے شہزادہ صاحب مرحوم اور وہاں کے احمدیوں کے حالات دریافت کئے تو انہوں نے بتایا:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جب شاہزادہ عبدالمجید صاحب شہید کو دعوت الی اللہ کے لئے ایران جانے کی اجازت دی۔ تو مرحوم بہت سی تکلیفوں کے بعد طہران پہنچے۔ اتفاقاً جس شخص کے ساتھ پہلی ملاقات ہوئی اسی سے انہوں نے رہائشی مکان کے متعلق دریافت کیا اس پر وہ شخص ان کو اپنے مکان میں لے گیا اور اسی میں رہنے کے لئے اپنی خواہش ظاہر کی۔ اس مکان کا کرایہ دو تومان (ایرانی سکہ) تھا ایک ہی کمرہ تھا۔ مرحوم نے وہیں رہنا پسند کیا۔ اور نصف کرایہ اپنے ذمہ لے لیا۔

یہ مکان خیابان چار راہ شیخ ہادی کا بالا خانہ کے نام سے مشہور تھا۔ اس میں مرحوم نے ایک سال تک قیام فرمایا آپ کی محبت اور اخلاق کا اس شخص پر یہ اثر ہوا کہ کچھ دنوں بعد وہ احمدی ہو گیا۔"

ایک رؤیا کا ظاہر طور پر پورا ہونا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ...... مرحوم کو قادیان سے روانہ کرنے سے پہلے رویاء میں دیکھا تھا کہ وہ خانقاہ

درویش میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی اشعار پڑھ کر سنا رہے ہیں اور تمام درویش اشعار سن کر وجد کی حالت میں جھوم رہے ہیں شہزادہ صاحب مرحوم نے طہران میں پہنچ کر سب سے پہلے یہ کام کیا کہ خانقاہ درویش کا پتہ لگایا۔ خانقاہ معلوم کر کے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ بہت سے درویش بیٹھے ہیں سلام مسنون کے بعد اشعار پڑھنے شروع کر دیئے۔ شعر سن کر خانقاہ کے درویش جھومنے لگے۔ جب اشعار ختم کر چکے تو پھر (دعوت الی اللہ) کی ...... مرحوم اپنے ساتھ "دعوت الامیر" کے پچاس نسخے لائے تھے جو سب کے سب تقسیم کر دیئے۔ صرف ایک نسخہ ان کے پاس تھا جو وفات کے بعد محمد خان صاحب کے ہاتھ آیا۔ ......"

"شہزادہ صاحب تھوڑے ہی عرصہ میں سب طرف مشہور ہو گئے۔ جدھر جاتے لوگ مختلف باتیں کرتے۔ خبیث الطبع لوگ آپ پر آوازے کستے لیکن آپ بالکل پروا نہ کرتے اور اپنے فرض کو پوری طرح اپنی طاقت سے بڑھ کر ادا کرتے۔

ایک روز آپ خیابان پارچنار میں جا رہے تھے کہ ایک خبیث نے پیچھے سے پکڑ کر دبا لیا۔ چونکہ آپ جسم کے بہت نازک اور پھر بڑھاپے کی وجہ سے بہت کمزور تھے اور قریب تھا کہ آپ کی کوئی پسلی ٹوٹ جائے کہ ایک شخص نے اس کو پکڑ کر بہت برا بھلا کہا۔ اور وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

آپ کو آپ کے مہربان دوست عموماً کہا کرتے تھے کہ آپ رات کے وقت باہر نہ نکلا کریں۔ کیونکہ بعض خبیث چاہتے ہیں کہ آپ کو مار ڈالیں۔ لیکن آپ فرماتے کہ مجھے موت کا بالکل ڈر نہیں۔ صبح و شام باقاعدہ (دعوت) کے لئے جایا کرتے تھے اور کوئی موقعہ بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ایک روز آپ (دعوت) کے لئے جا رہے تھے کہ چند آدمیوں کی ٹولی نے آپ کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ اور آپ (دعوت) میں مشغول رہے اتنے میں ایک شخص نے آپ کو دھکا دیا۔ خدا کی قدرت کہ اس ٹولی میں سے ایک شخص نے دھکا دینے والے کو وہیں پیٹا۔ ...لوگ آپ کو 'پیر مرد دیوانہ است' کہتے تھے۔"

آخری ایام اور وفات

"..... مرحوم جس مکان میں رہتے تھے۔ وہاں ان کے پاس چند کتابیں اور بستر کے علاوہ کوئی سامان نہ تھا۔ تاہم بعض شریر لوگ چوری کی غرض سے آتے۔ اور جب موقع ملتا کوئی کتاب ہی اٹھا کر لے جاتے۔ آپ کی مالی حالت ایسی کمزور تھی کہ اس کی وجہ سے آپ کو سخت مشکلات کا سامنا رہتا۔ چونکہ یہ سرد علاقہ ہے اور سردی بھی ...... شدت سے پڑتی ہے۔ اور آپ کے پاس کافی گرم بستر بھی نہ تھا۔ اس لئے شام کو جب دعوت الی اللہ کر کے آپ واپس مکان کو تشریف لاتے تو راستہ سے کاغذ اٹھا کر لے آتے۔ اور رات .... کو کاغذ جلا کر لحاف گرم کرتے۔ اس طرح سردیوں میں راتیں کاٹتے تھے۔ اور ماہ رمضان میں آپ کے پاس جب کچھ نہ ہوتا تو چنے کھا کر روزہ رکھا کرتے تھے۔"

"شہزادہ صاحب کو یہاں کے مولویوں کے متعلق تین رویا دکھائے گئے۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ بہت جلد ذلیل ہوں گے چنانچہ آج کل جتنی ان کی ذلت ہے وہ کسی کی نہیں۔ اعلیٰ حضرت رضا شاہ پہلوی کے تخت نشین ہونے سے پیشتر اور دو سال بعد تک وہی مالک تھے۔ ہر ایک محلہ میں کئی ملاّنے تھے۔ جن کو کلی اختیار تھا کہ جس کے ساتھ جو چاہیں سلوک کریں لیکن آجکل یہ حالت ہو گئی ہے کہ اول تو کوئی ملاّ ہو ہی نہیں سکتا۔ جب تک وہ سند پیش نہ کرے اور خاص خاص تعلیم یافتہ عالم مقرر کئے گئے ہیں۔ باقیوں کو مختلف دفاتر میں معمولی تنخواہ پر ملازم رکھ لیا گیا ہے۔........ تعلیم یافتہ طبقہ تو پہلے ہی ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اب دوسرے لوگ بھی آہستہ آہستہ نکل رہے ہیں۔ اس طرح یہ میدان صاف ہو رہا ہے۔"

"شہزادہ صاحب ایک سال تک اس بالا خانہ پر رہے۔ پھر وہاں سے مکان تبدیل کر کے کارواں سرائے میں چلے گئے۔....... مرحوم نے اپنی وفات سے پہلے ایک رویا دیکھا کہ ایک سفید کاغذ ہے آپ کے ہاتھ پر سفید دستانہ چڑھا ہوا ہے۔ اور کچھ لکھ رہے ہیں۔ اور رخ دروازہ عبدالعظیم کی طرف ہے (یہ دروازہ قبرستان کی طرف جانے والے راستہ کا ہے) اس رویا سے چند روز بعد آپ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔......(صفحہ ۷)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی......کے تاثرات

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ....نے آپ کی وفات کی اطلاع پا کر مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۲۸ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

"ان لوگوں میں سے جن کو خدا تعالیٰ نے خاص قربانیوں کی توفیق محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ایک ہمارے شہزادہ عبدالمجید صاحب تھے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی (رفقاء) میں سے تھے اور غالباً بیعت کرنے والوں میں ان کا نواں نمبر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ان کو پرانا تعلق تھا۔ شہزادہ صاحب پہلے صوفی احمد جان صاحب مرحوم کے ...... مرید تھے .... صوفی صاحب بہت بڑے بزرگ تھے .... اللہ تعالیٰ نے ...... ان کے سارے خاندان کو اور ان کے بہت سے مریدوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی توفیق دی۔ شہزادہ عبدالمجید صاحب بھی ان کے مریدوں میں سے تھے .... ابھی پرسوں ترسوں اطلاع ملی کہ آپ یکم رمضان کو فوت ہو گئے........ جس طرح قسطنطنیہ کی خوش قسمتی تھی کہ وہاں حضرت ایوب انصاریؓ دفن ہوئے .... اسی طرح ایران کے لئے مبارک بات ہے کہ وہاں خدا تعالیٰ نے ایسے شخص کو وفات دی جسے زندگی میں دیکھنے والے ولی اللہ کہتے تھے اور جسے مرنے پر شہادت نصیب ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ سے ان کا بڑا تعلق تھا۔ عام طور پر بزرگوں کی ولایت ان

کی زندگی کے بعد تسلیم کی جاتی ہے۔ مگر آپ ان لوگوں میں سے تھے جن کو دیکھنے والے ان کی زندگی میں ہی ولی اللہ سمجھتے تھے۔ آپ نہایت ہی متوکل اور نیک انسان تھے۔ آپ اس قدر سیدھے اور نرم مزاج تھے کہ گویا سخت کلامی آتی ہی نہیں تھی۔ مگر باوجود اس کے دین کے معاملہ میں بہت غیرت رکھتے تھے.......

میں جمعہ کی نماز کے بعد ان کا جنازہ پڑھاؤں گا اور سب دوستوں سے امید رکھتا ہوں کہ خصوصیت سے ان کے لئے دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو اعلیٰ مقام پر پہنچائے اور ان کی وفات جو کہ ایک بہت بڑی قربانی ہے وہ ضائع نہ جائے........

زندہ قومیں جانتی ہیں کہ قوم کی خاطر مرنے والوں کی کیا قدر کرنی چاہیئے.......پس ہمارا فرض ہے کہ ان کا اعزاز اور احترام کریں جو دین کی خدمت کرتے ہوئے فوت ہوں اور ایسا اعزاز کریں کہ ہماری نسلیں محسوس کریں کہ دین کی خدمت کرتے ہوئے مرنا بہت بڑی عزت ہے......" (خطبات محمود جلد ۱۱ صفحہ ۳۴۲ تا ۳۴۶)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے خطبہ میں ذکر خیر

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت شاہزادہ صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

"سب سے پہلے شہزادہ عبدالمجید صاحب تاریخ شہادت ۲۲ فروری ۱۹۲۸ء کا ذکر کرتا ہوں جن کا مدفن تہران میں ہے۔ تحقیق کے مطابق تاریخ وفات ۲۳ فروری ۱۹۲۸ء ہے اور اس پر جناب مورخ احمدیت نے بھی اتفاق کیا ہے۔ ناقل)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... نے ۱۲۔ جولائی ۱۹۲۴ء کو شہزادہ عبدالمجید صاحب لدھیانوی کو ایران میں احمدیہ مرکز قائم کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ آپ کے ہمراہ مولوی ظہور حسین صاحب اور محمد امین خاں صاحب بھی تھے۔ جن کو بخارا میں احمدیت کا پیغام پہنچانے کا حکم دیا گیا تھا۔

حضرت شہزادہ صاحب جو اس تبلیغی وفد کے امیر تھے اپنے دوسرے ساتھیوں سمیت ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو ایران کے مشہور شہر مشہد پہنچے اور پانچ چھ دن کے بعد مشہد سے تہران میں تشریف لے گئے اور وہاں نیا (مشن ہاؤس) قائم کیا۔

حضرت شاہزادہ عبدالمجید صاحب ضعیف العمر بزرگ اور قدیم (رفقاء) میں سے تھے اور نہایت اخلاص سے اپنے خرچ پر آئے تھے۔ مگر یہاں آکر خرچ ختم ہوگیا۔ پیچھے کوئی جائیداد نہیں تھی۔ مرکز سے مستقل مالی امداد ان کو نہیں دی جا رہی تھی آپ معمولی سی صف اور نہایت مختصر سے بستر پر رات بسر کیا کرتے تھے۔ یہاں تک نوبت آجاتی کہ کپڑے دھونے کے لئے صابن کا خرچ نہیں رہتا تھا۔ بایں ہمہ آپ

نے آخر دم تک اپنے عہد کو نبھایا اور بے نفس خدمات سے باقاعدہ وہاں جماعت قائم کردی۔ ۲۲ فروری ۱۹۲۸ء کو تہران میں انتقال فرما گئے۔(آپ کی وفات اخبار الفضل جوبلی نمبر ۱۹۳۹ء کے مطابق ۲۳ فروری ۱۹۲۴ء ہے)

حضرت خلیفۃ المسیح (الثانی ....) نے ان کی وفات پر فرمایا:۔ "شہزادہ عبدالمجید صاحب ...... افغانستان کے شاہی خاندان سے تھے اور شاہ شجاع کی نسل سے تھے۔ آپ نہایت ہی نیک نفس اور متوکل آدمی تھے۔

میں نے جب ...... اعلان کیا کہ ایسے مجاہدوں کی ضرورت ہے جو ...... دین کے لئے زندگی وقف کریں تو انہوں نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا۔ اس وقت ان کے پاس کچھ روپیہ تھا۔ انہوں نے اپنا مکان فروخت کیا۔ رشتہ داروں اور متعلقین کو حصہ دے کر خود ان کے حصہ میں جتنا آیا وہ ان کے پاس رہا۔ اس لئے مجھے لکھا کہ میں اپنے خرچ پر جاؤں گے۔ اس وقت میں ان کو بھیج نہ سکا اور جب کچھ عرصہ بعد ان کو بھیجنے کی تجویز ہوئی تو اس وقت وہ روپیہ خرچ کر چکے تھے۔ مگر انہوں نے ذرا نہ جتایا کہ ان کے پاس روپیہ نہیں ہے۔ ہندوستان سے باہر کبھی نکلے نہ تھے۔ اس ملک (یعنی ایران) میں کسی سے واقفیت نہ تھی۔ مگر انہوں نے اخراجات کے نہ ہونے کا قطعاً اظہار نہ کیا اور وہاں ایک عرصہ تک اسی حالت میں رہے۔ انہوں نے وہاں سے بھی اپنی حالت نہ بتائی۔ نہ معلوم کس طرح گذارہ کرتے رہے مگر مجھے اتفاقاً پتہ چلا۔'

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ دیر تک ان کا خط نہ آیا اور پھر جب آیا تو لکھا تھا کہ میرے پاس ٹکٹ کے پیسے نہیں تھے اس لئے خط نہیں لکھ سکا۔ اس وقت مجھے سخت افسوس ہوا کہ چاہئے تھا جب ان کو بھیجا گیا اس وقت پوچھ لیا جاتا کہ آپ کے پاس خرچ ہے کہ نہیں۔ پھر میں نے ایک قلیل رقم ان کے گذارہ کے لئے مقرر کردی۔ وہاں کے لوگوں پر ان کی روحانیت کا جو گہرا اثر تھا اس کا پتہ ان چٹھیوں سے لگتا ہے جو آتی رہی ہیں۔ ابھی پرسوں ترسوں اطلاع ملی کہ آپ یکم رمضان المبارک (۱۳۴۶ھ) کو فوت ہو گئے۔ دس دن بیمار رہے۔ پہلے ہلکا ہلکا بخار رہا آخری دن بہت تیز بخار ہو گیا اور ڈاکٹر کو بلایا تو اس نے کہا ہسپتال لے چلو۔ دوسرے دن وہاں لے جانا تھا کہ فوت ہو گئے۔ ان کی تیمارداری کرنے والے رات بھر جاگتے رہے تھے۔'

سحری کے وقت تیمار دار صبح کی نماز کے بعد سو گئے اور بارہ بجے دوپہر کے قریب ان کی آنکھ کھلی تو آپ فوت ہو چکے تھے۔

"حضرت شاہزادہ عبدالمجید صاحب تہران کے جنوبی طرف شہر کے سب سے چھوٹے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ ۱۹۵۳ء تک آپ کا مزار مبارک موجود تھا مگر اس کے بعد قبرستان ہموار کر کے اس پر عمارتیں تعمیر کر دی گئیں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ مئی ۱۹۹۹ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۶۔ جولائی ۱۹۹۹ء صفحہ ۵)

۱۰۰ سال پہلے اخبار الحکم میں مطبوعہ "کشف"

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاد سندھ کے پیر صاحب العلم کو کیا فرمایا

(اخبار الحکم قادیان ۱۰- مارچ ۱۹۰۰ء)

یہ پیر صاحب العلم بلاد سندھ کے مشاہیر مشائخ میں سے ہیں۔ جن کے مرید ایک لاکھ سے کچھ زیادہ ہوں گے آپ علوم عربیہ میں مہارت تامہ رکھتے اور علماء راسخین میں سے ہیں۔ جناب مرزا صاحب کے حق میں ان کی شہادت جن کو وہ قسم کھا کر بیان کرتے ہیں یہ ہے۔ اِنّی رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و استفتہ فی امرکَ وقلت بیّن لی یارسول اللّٰہ اھو کاذب مفتری او صادق فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم **انہ صادقٌ و من عند اللّٰہ** فعرفت انکَ علی حق مبین و بعد ذلکَ لانشکُ فی امرکَ ولا نرتاب فی شانکَ و نعمل کما تامر۔ فانْ امرتنا ان اذھبوا الٰی بلاد امریکہ فانا نذھب الیھا و ماتکون لناخیرہ و ستجدنا ان شاء اللّٰہ من المطاوعین۔ یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم کشف میں دیکھا۔ پس میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یہ جھوٹا اور مفتری ہے یا صادق ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ صادق ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس میں نے سمجھ لیا کہ آپ حق پر ہیں۔ اب بعد اس کے ہم آپ کے امور میں شک نہیں کریں گے اور آپ کی شان میں ہمیں کچھ شبہ نہیں ہوگا اور جو کچھ آپ فرمائیں گے ہم وہی فرمائیں گے۔ پس اگر آپ یہ کہو کہ ہم امریکہ میں چلے جائیں تو ہم وہیں جائیں گے۔ اور ہم نے اپنے تئیں آپ کے حوالے کر دیا ہے اور انشاء اللہ ہمیں فرمانبردار پاؤ گے۔

پیر صاحب العلم نے عام مجلس میں کھڑے ہو کر اور عصا لے کر تمام حاضرین کو بلند آواز سے سنا دیا کہ میں ان کو اپنے دعوی میں حق پر جانتا ہوں اور ایسا ہی مجھے کشف کی رو سے معلوم ہوا ہے

حضرت پیر صاحب کوٹھہ والے نے فرمایا:-

محمد یحییٰ ساکن موضع دیپگراں نے حضرت مہدی معہود امام الزمان کی خدمت میں ایک نیاز نامہ ۲۳۔ جنوری ۱۹۰۰ء کا لکھا ہوا ارسال کیا ہے جس میں حضرت کوٹھہ والے صاحب مرحوم علاقہ یوسف زئی کی گواہی دربارہ پیدا ہو جانے مہدی آخر الزمان کے درج کی ہے۔ چنانچہ وہ اصل خط بعبارت ذیل ہے:-

بخدمت شریف حضرت امام زمان بعد از السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

معروض کہ میں موضع کوٹھ علاقہ یوسف زئی گیا تھا اور چونکہ سنا ہوا تھا کہ حضرت صاحب مرحوم کوٹھہ والے فرماتے تھے کہ مہدی آخر الزمان پیدا ہو گیا ہے مگر وقت ظہور ابھی نہیں ہے۔ تو اس بات کا مجھ کو بہت خیال تھا کہ اس امر میں تحقیق کروں کہ فی الواقع کس طرح ہے۔ جب میں اس دفعہ کوٹھہ کو گیا تو ان کے مریدوں میں سے جو کوئی باقی ماندہ ہیں۔ ہر ایک سے میں نے استفسار کیا۔ ہر ایک یہی کہتا تھا کہ یہ بات مشہور ہے۔ ہم نے خود اپنے کانوں سے حضرت کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ اور ہم کو خوب یاد ہے۔ ایک حرف بھی نہیں بھولا۔ اب ہر ایک کا بیان بعینہ عرض خدمت کرتا ہوں۔

۱- ایک شخص حافظ قرآن نور محمد اصل متوطن گڑھی امازی حال از کوٹھہ بیان کرہا ہے کہ حضرت ایک دن وضو کرتے تھے اور میں روبرو بیٹھا تھا فرمانے لگے کہ۔ ہم اب کسی اور کے زمانہ میں ہیں۔ میں اس بات کو نہ سمجھا اور عرض کیا کہ کیوں حضرت آپ اس قدر معمر ہو گئے ہیں کہ اب آپ کا زمانہ چلا گیا ابھی آپ کے ہم عمر لوگ بہت تندرست ہیں۔ اپنے کام دنیوی کرتے ہیں۔

فرمانے لگے تو میری بات کو نہ سمجھا۔ میرا مطلب تو کچھ اور ہے۔ پھر فرمانے لگے کہ جو خدا کی طرف سے ایک بندہ تجدید دین کے لئے مبعوث ہوا کرتا ہے وہ پیدا ہو گیا ہماری بار چلی گئی۔ میں اس لئے کہتا ہوں کہ ہم کسی غیر کے زمانہ میں ہیں۔ پھر فرمانے لگے وہ ایسا ہو گا۔ مجھ کو کچھ تعلق مخلوق سے بھی ہے اس کو کسی کے ساتھ تعلق نہ ہو گا۔ اور اس پر اس قدر شدید مصائب آویں گے جن کی نظیر زمانہ گذشتہ میں نہ ہو گی مگر اس کو کچھ پرواہ نہ ہو گی اور سب طرح کی تکالیف اور فساد اس وقت میں ہوں گے اس کو پرواہ نہ ہو گی۔ زمین آسمان مل جاویں گے اور الٹ پلٹ ہو جاویں گے اس کو پرواہ نہ ہو گی پھر میں نے عرض کی کہ نام و نشان یا جگہ بتاؤ۔ فرمانے لگے نہیں بتاتا ہوں فقط اس میں میں نے ایک حرف زیر بالا نہیں کیا۔ ہاں اس کی تقری افغانی ہے۔ یہ اس کا ترجمہ ہے۔

۲۔ دوسرا شخص مسمی گلزار قوم افغان ساکن موضع بڈابیر علاقہ پشاور حال از ٹوپی قریب کوٹھہ شریف۔ یہ شخص بہت مدت حضرت صاحب کی خدمت میں رہا ہے قسم کھا کر کہتا ہے کہ ایک دن حضرت صاحب عام مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور طبیعت اس وقت بہت خوش و خورم تھی۔ فرمانے لگے کہ میرے بعض آشنا مہدی آخرالزمان کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور اس کی باتیں اپنے کانوں سے سنیں گے۔ فقط پھر اس شخص کو میں نے اس راز سے مطلع کیا۔ تمہارے حضرت کی پیشین گوئی تو سچی نکلی ایسا ہی وقوع میں آیا تو یہ شخص بہت رویا اور کہنے لگا کہ کہاں ہے مجھ کو کسی طرح اس کے قدموں تک پہنچا دو میں بسبب ضعف بصارت کے جا نہیں سکتا۔ کیا کروں پھر کہنے لگا کہ مرا سلام ان کو پہنچانا۔ اور دعا کرانی پھر میں نے اس سے وعدہ کیا۔ ضرور تیرا سلام پہنچا دوں گا۔ اور دعا کا سوال بھی کروں گا میں امید رکھتا ہوں کہ ضرور اس کے واسطے دعا کی جاوے گی۔ والسلام خیر ختام۔ واللّٰہِ واللّٰہِ ثم تاللّٰہِ جو ان دونوں شخصوں نے اسی طرح گواہی دی ہے۔ محمد یحییٰ از دیپگران

نتیجہ امتحان سہ ماہی چہارم ۱۹۹۹ء

قیادت تعلیم -- مجلس انصار اللہ پاکستان

امتحان سہ ماہی چہارم ۱۹۹۹ء میں پاکستان کی ۲۵۵ مجالس کے ۲۸۲۹ انصار نے شرکت کی۔ نمایاں پوزیشنیں حاصل کرنے والے انصار درج ذیل ہیں :-

اول : مکرم قریشی فصیح الدین احمد صاحب نارتھ کراچی۔ دوم : مکرم عزیز احمد طاہر صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ

سوم : مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب دارالعلوم غربی حلقہ ثناء ربوہ

خصوصی گریڈ 'اے' حاصل کرنے والے انصار کے اسماء درج ذیل ہیں :-

ربوہ مکرم ماسٹر بشارت احمد صاحب دارالعلوم وسطی۔ مکرم منظور احمد صاحب دارالعلوم شرقی حلقہ برکت۔ مکرم عبدالباسط خاں صاحب دارالرحمت شرقی الف ۔ مکرم محمد افتخار احمد چوہدری ناصر آباد شرقی۔ مکرم فضل کریم قمر صاحب فیکٹری ایریا۔ مکرم مرزا غلام رسول صاحب دارالبرکات۔ مکرم ملک عبدالرشید صاحب دارالعلوم شرقی حلقہ نور۔ مکرم محمد عبدالماجد صدیقی صاحب گول بازار۔ مکرم چوہدری محمد شفیع فیروزپوری دارالرحمت شرقی ب۔ مکرم محمد عبداللہ قریشی ہاشمی دارالصدر شرقی۔ کراچی مکرم حمید الدین احمد صاحب ماڈل کالونی۔ مکرم سید محمد میاں سلیم صاحب عزیز آباد۔ مکرم خورشید احمد خاں صاحب محمد علی سوسائٹی۔ مکرم چوہدری سعید احمد صاحب گلشن جامی۔ مکرم بشیر الدین عباسی صاحب عزیز آباد۔ لاہور مکرم محمد سلیم اختر صاحب سلطان پورہ۔ مکرم محمد سعید اشرف صاحب مغلپورہ۔ فیصل آباد مکرم محمد اصغر عتیق صاحب دارالحمد۔ مکرم انعام اللہ ہاشمی صاحب پیپلز کالونی۔ مکرم سید محمد یحییٰ صاحب دارالحمد۔ مکرم ملک محمد سجاد اکبر صاحب دارالذکر۔ مکرم ڈاکٹر بشیر حسین تنویر صاحب دارالحمد۔ اسلام آباد مکرم عبدالمنان فیاض صاحب اسلام آباد شرقی۔ مکرم یمین الیامن صاحب۔ مکرم ایم اے لطیف شاہد اسلام آباد جنوبی۔ کوئٹہ مکرم چوہدری محمد ابراہیم خاں صاحب سمنگلی۔ حافظ آباد مکرم چوہدری ناصر احمد جاوید صاحب۔ سیالکوٹ مکرم فخر الحق صاحب حلقہ پورنگر۔ بہاولپور مکرم عبدالرشید اعوان صاحب۔ مکرم حکیم محمد افضل فاروقی صاحب۔ کنری ضلع عمرکوٹ مکرم مرزا محمد عتیق صاحب۔ مکرم عبدالمجید زاہد صاحب۔ جھنگ مکرم منشی شیر محمد صاحب حلقہ نور۔ راولپنڈی مکرم رفیق احمد خاں صاحب سٹیلائٹ ٹاؤن۔ پشاور مکرم سید مسعود احمد شاہ صاحب حیات آباد۔ گوجرانوالہ مکرم شریف احمد صاحب منڈیالہ وڑائچ۔ چونڈہ مکرم محمود احمد جاوید صاحب۔

اللہ تعالیٰ یہ کامیابی مبارک کرے اور علم و معرفت میں مزید ترقیات سے نوازے۔ آمین۔

(ڈاکٹر عبدالخالق خالد قائد تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان ربوہ)

تحریک وقف زندگی وداخلہ جامعہ احمدیہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... وقف اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

”میں جماعت کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنے اخلاص کا ثبوت دے اور نوجوان زندگیاں وقف کریں۔ ہر احمدی گھر سے ایک نوجوان ضرور اس کام کے لئے پیش کیا جائے۔ مدرسہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے ہر سال کم از کم پچاس طالب علم آنے چاہئیں۔ سو ہو تو بہتر ہے۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ جامعہ احمدیہ میں طلباء کی تعداد دیکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

”جس تعداد میں جامعہ احمدیہ میں نوجوان داخل ہوتے ہیں اور باقاعدہ مربی بنتے ہیں اسے دیکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ ہماری ضروریات کے ہزارویں حصہ کو بھی پورا نہیں کرتے۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”آئندہ سو سالوں میں دین حق نے جس کثرت سے ہر جگہ پھیلنا ہے اس کے لئے لاکھوں تربیت یافتہ غلام چاہئیں ایسے واقفین زندگی چاہئیں جو خدا کی راہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہوں۔ ہر طبقہ زندگی سے کثرت کے ساتھ واقفین زندگی چاہئیں۔“

جامعہ احمدیہ میں طلبہ کی تعداد بڑھانے کے لئے مجلس مشاورت ۱۹۶۱ء کا فیصلہ ہے کہ

”ہر ضلع کی جماعت ۲۵۰ چندہ دہندگان پر کم از کم ایک میٹرک پاس طالب علم جامعہ احمدیہ میں برائے تعلیم بھجوائیں۔“

امراء و صدر صاحبان مربیان و معلمین سلسلہ سے درخواست ہے کہ اپنے حلقہ سے زیادہ سے زیادہ ذہین، ہونہار خدمت دین کا شوق رکھنے والے مخلص طلباء کو جامعہ احمدیہ میں بھجوانے کی کوشش فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی میں زیادہ سے زیادہ برکت عطا فرمائے۔

جامعہ احمدیہ ...... میں داخلہ کے لئے واقفین زندگی طلباء کا انٹرویو میٹرک کے نتیجہ کے بعد اگست میں ہوگا امیدواران کو ہدائت فرمائیں کہ وہ داخلہ کے لئے ابھی سے اپنی درخواست مقامی جماعت کے امیر/صدر صاحب کی وساطت سے وکالت دیوان تحریک جدید ...... کو بھجوائیں تاکہ ضروری کارروائی مکمل کی جائے نیز میٹرک کا نتیجہ نکلتے ہی فوراً بعد اپنے نتیجہ سے اطلاع دیں۔

امیدواران قرآن کریم ناظرہ صحت کے ساتھ پڑھنا سیکھیں۔ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہیں۔ دینی معلومات اور معلومات عامہ کو بہتر بنائیں۔ (وکیل الدیوان تحریک جدید ......)

مجلس انصار اللہ ضلع فیصل آباد کی الوداعی واستقبالیہ تقریب

(رپورٹ: ہومیو ڈاکٹر بشیر حسین تنویر صاحب نائب ناظم اشاعت مجلس انصار اللہ ضلع فیصل آباد)

مورخہ ۲ اپریل ۲۰۰۰ء مجلس انصار اللہ ضلع فیصل آباد کی طرف سے مجلس انصار اللہ پاکستان کی صدارت سے سبکدوش ہونے پر محترم چوہدری حمید اللہ صاحب کے اعزاز میں الوداعی اور صدارت کے عہدہ پر فائز ہونے پر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کے اعزاز میں استقبالیہ تقریب منعقد کی گئی۔

یہ تقریب دارالحمد فیصل آباد میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم اور حضرت مسیح موعودؑ کے منظوم دعائیہ کلام کے بعد محترم چوہدی عبدالرحمان سیفی صاحب ناظم انصار اللہ ضلع فیصل آباد نے محترم چوہدری حمید اللہ صاحب کی خدمات جلیلہ کا ذکر کرتے ہوئے سپاسنامہ پیش کیا۔ اور نئے صدر محترم سے بھرپور تعاون کا اظہار کیا۔ چوہدری حمید اللہ صاحب نے مجلس کا شکریہ ادا کیااور اظہار فرمایا کہ یہ کام اکیلے آدمی کا نہیں سب مل کر کام کرتے ہیں۔ جو کام ہوا وہ ہم سب نے مل کر کیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزاء عطا فرمائے۔ آپ نے فیصل آباد کی بزرگ ہستی حضرت شیخ محمد احمد مظہر مرحوم کا ذکر خیر کیااور محترم چوہدری غلام دستگیر صاحب اور محترم شیخ مظفر احمد ظفر صاحب امیر ضلع کے تعاون کا بھی شکریہ ادا کیا۔ آخر میں مجلس انصار اللہ ضلع فیصل آباد کے تمام اراکین کے لئے دعا کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔

نئے صدر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا۔ خاکسار مجلس انصار اللہ ضلع فیصل آباد کا شکر گزار ہے آپ نے محترم چوہدری حمید اللہ صاحب کے ساتھ خاکسار کو بلایا ہے اور میرے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزا دے۔ دعا کریں خدا تعالیٰ میرا حامی و ناصر ہو۔ کوئی کوتاہی نہ ہو۔ کام پہلے کی طرح ترقی پذیر رہے۔

آپ نے ضلعی ریفریشر کورس کے حوالہ سے ہدایات فرمائیں کہ تنظیمی کام میں کامیابی تبھی ہو سکتی ہے اگر سب ممبران کو پروگرام کا علم ہو۔ ہمارا کام ہونا چاہیئے کہ اپنے لائحہ عمل سے ہر رکن کو متعارف کرائیں۔ ہدایات والے رسالہ کا مطالعہ ہر رکن عاملہ ضرور کرے۔ قائدین کی طرف سے آنے والے خطوط اور سرکلرز کا بغور مطالعہ کریں۔ اعلانات پر غور کریں۔ سائقین کے نظام کو فعال بنائیں۔ آپ نے شعبہ تربیت میں نماز باجماعت اور نماز جمعہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی۔ نماز کا ترجمہ سیکھنے اور M.T.A. پر حضور کے تازہ ارشادات سے مستفید ہونے کی تاکید فرمائی۔ آپ نے تاکید فرمائی کہ اپنی اپنی مجالس میں جاکران امور کی طرف توجہ دلائیں اور عمل کروائیں۔ آخر میں صدر مجلس نے انصار اللہ کا عہد دوہرایا اور دعا

فی مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(انتخاب از کلام حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہؑ)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا　　　نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر　　　لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے　　　اس پر ہر اک نظر ہے بدرالدجیٰ یہی ہے

وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے　　　وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اس نے وہ کر دکھائے　　　جو راز تھے بتائے نعم العطاء یہی ہے

آنکھ اس کی دوربیں ہے دل یار سے قریں ہے　　　ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیاء یہی ہے

جو راز دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے　　　دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں　　　وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ　　　باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا　　　وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

(درثمین)

Monthly
Ansarullah
EDITOR : NASRULLAH KHAN NASIR
Regd. No . CPL -92 June, 2000

دعا کی فرضیت کے اسباب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

" دعا اسی حالت میں دعا کہلا سکتی ہے کہ جب در حقیقت اس میں ایک قوت کشش ہو اور واقعی طور پر دعا کرنے کے بعد آسمان سے ایک نور اترے جو ہماری گھبراہٹ کو دور کرے اور ہمیں انشراح صدر بخشے اور سکینت اور اطمینان عطا کرے۔ ہاں حکیم مطلق ہماری دعاؤں کے بعد دو طور سے نصرت اور امداد کو نازل کرتا ہے۔ (۱) ایک یہ کہ اس بلا کو دور کر دیتا ہے جس کے نیچے ہم دب کر مرنے کو تیار ہیں۔ (۲) دوسرے یہ کہ بلا کی برداشت کے لئے ہمیں فوق العادت قوت عنایت کرتا ہے بلکہ اس میں لذت بخشتا ہے اور انشراح صدر عنایت فرماتا ہے۔ پس ان دونوں طریقوں سے ثابت ہے کہ دعا سے ضرور نصرت الٰہی نازل ہوتی ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دعا جو خدا تعالیٰ کی پاک کلام نے مسلمانوں پر فرض کی ہے اس کی فرضیت کے چار سبب ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ تا ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر توحید پر پختگی حاصل ہو۔ کیونکہ خدا سے مانگنا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ مرادوں کا دینے والا صرف خدا ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ تا دعا کے قبول ہونے اور مراد کے ملنے پر ایمان قوی ہو۔ (۳) تیسرے یہ کہ اگر کسی اور رنگ میں عنایت الٰہی شامل حال ہو تو علم اور حکمت زیادت پکڑے۔ (۴) چوتھے یہ کہ اگر دعا کی قبولیت کا الہام اور رؤیا کے ساتھ وعدہ دیا جائے اور اسی طرح ظہور میں آوے تو معرفت الٰہی ترقی کرے اور معرفت سے یقین اور یقین سے محبت اور محبت سے ہر ایک گناہ اور غیر اللہ سے انقطاع حاصل ہو جو حقیقی نجات کا ثمرہ ہے .... "

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۴۱، ۲۴۲)